Reg. No. L 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

جلد ۶ || ۲۱ نبوت ۱۳۳۶ ہش ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ ۲۱ نومبر ۱۹۵۷ء || نمبر ۴۷

اخبار احمدیہ

ربوہ ۸ ارنومبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت بعارضہ درد نقرس علیل ہے۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں

ربوہ ۱۶ ارنومبر۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو نقرس کی تکلیف ہے۔ کچھ اعصابی بے چینی بھی ہے۔

احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۵ ارنومبر۔ مکرم سیٹھ معین الدین صاحب آف چنتہ کنٹہ کے صاحبزادے عزیز محمد بشیر الدین کی دعوت ولیمہ میں درویشانِ قادیان کو بھی شریک کیا گیا۔ عزیز موصوف کی شادی ۱۱ ارنومبر کو مدراس میں ہوئی ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین

۱۶ ارنومبر۔ ہمارے برطانوی نومسلم بھائی جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ چند روز مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد آج صبح دس بجے کی گاڑی واپس پاکستان تشریف لے گئے۔

۱۸ ارنومبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب آج صبح آٹھ بجے کی گاڑی چند روز کیلئے پاکستان تشریف لیگئے اللہ تعالیٰ بخیریت واپس لائے آمین۔

ہالینڈ میں تبلیغ اسلام

خلاصہ سہ ماہی رپورٹ احمدیہ مشن ہالینڈ

از مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج ہالینڈ مشن

اللہ تعالےٰ کے فضل سے عرصہ زیر رپورٹ میں مشن کی تبلیغی مساعی کا سلسلہ کامیابی سے جاری رہا۔ عمومی طور پر تقسیم و ترسیل لٹریچر اور انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ وسیع پیمانہ پر بھی متعدد جلسے اور تقاریب مشن ہاؤس میں انجام پائیں۔

عید الاضحیٰ کی تقریب

ماہ جولائی کے ابتداء میں عید الاضحیٰ کی تقریب منائی گئی جس میں کافی احباب شریک ہوئے۔ مکرم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بالقابہ نے نماز عید پڑھائی۔ اور ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس اجتماع میں دس کے قریب مختلف ممالک کے احباب شامل تھے۔ ان سب کی چائے سے تواضع کی گئی پریس فوٹوگرافر بھی اس موقعہ پر موجود تھا۔ جس نے متعدد فوٹو لئے۔ اور محکمہ براڈ کاسٹنگ کا نمائندہ بھی خطبہ عید کو ریکارڈ کرنے کی خاطر موجود تھا۔ چنانچہ عید کی کارروائی اور خطبہ کا کچھ حصہ بعد میں براڈ کاسٹ کیا گیا۔ اسی روز شام کو ۳۰ کے قریب احباب مشن ہاؤس میں کھانے پر مدعو کئے گئے۔ جس میں جماعت کے قریباً تمام احباب نے شرکت کی۔ یہ تقریب بھی پُر رونق تھی۔ اور ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔

پبلک جلسے

عرصہ زیر رپورٹ میں علاوہ متفرق تقاریب کے دو پبلک جلسوں کا بھی مشن ہاؤس میں انتظام کیا گیا۔ جس میں ہمارے ایک پرانے ماخلص کارکن اور اسلام دوست ڈاکٹر دی ینگ نے خاص طور پر حصہ لیا۔ آپ اعلیٰ پائے کے عالم ہیں اور اہلِ علم حضرات میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ باوجود ۸۶ سال کی عمر کے آپ کے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ اسلامی تعلیم کو بڑی جرأت اور دلیری سے اپنے حلقہ احباب میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے جلسوں میں بھی آپ نے ایسی ہی جرأت دکھائی۔ اور تمام سوالات اور اعتراضات کے جواب بہت عمدگی اور صفائی سے دیئے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحت دے۔ اور آپ کے وجود کو بہتوں کے لئے اسلام کے قریب کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔ ان جلسوں کے موقعہ پر مشن ہال ہمیشہ پُر ہوتا رہا۔ اور حاضرین بڑی دلچسپی کے ساتھ تقاریر سے محظوظ ہوتے رہے۔

خاص تبلیغی قسم کے جلسوں کے علاوہ مشن ہاؤس میں علمی تقاریر کا ایک سلسلہ بھی کچھ عرصہ سے شروع ہے۔ یہ جلسے پرسما (PRISMA) ایسوسی ایشن کے نام اور اسی کے زیر انتظام کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تین اجلاس ہو چکے ہیں جو مختلف اعتبار سے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اس میں برکت دے۔ آمین

ملاقاتیں اور سفر

تبلیغی تعلقات کو وسیع کرنے کے لئے کئی ایک انفرادی ملاقاتیں ہوئیں اور متعدد سفر بھی کئے گئے۔ لائیڈن کے تین مستشرقین سے خاص طور پر وقت طے کرکے ملاقات کے لئے گیا۔ ان میں سے ایک لائیڈن یونیورسٹی کے مشرقی علوم کے حصہ کے انچارج ہیں۔ اور ایک دوسرے مدرسہ[illegible] صاحب نے بڑے روزنامہ کے فارن ایڈیٹر ہیں۔ چنانچہ ان دونوں اصحاب کی خدمت میں قرآن کریم اور لائف آف محمدؐ کتب تحفۃً پیش کیں ان معروفیات کے علاوہ بعض پادریوں سے بھی ملاقات کے مواقع میسر آئے۔ اور بعض مسائل بحث کا رنگ اختیار کر گئے۔

انفرادی رنگ کے تبادلۂ خیال کے علاوہ بہت سی دیگر مجالس میں بھی شریک ہو کر اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے کا موقعہ ملا۔ ملک کے وسطی حصہ میں آزاد خیال مذہبی لوگوں کی طرف سے ایک سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں پہلے دن کے اجلاس میں شریک ہو کر بہت سے لوگوں سے تعارف حاصل کیا۔ اس کے علاوہ ورلڈ فیڈریشن ڈچ عرب سرکل ایسوسی ایشن ہیومنسٹ سوسائٹی اور بعض دیگر مجالس میں شرکت کی۔

تعلیم و تربیت

اپنے احباب کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ جمعہ کا دن خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں احباب جمعہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ خطبہ جمعہ اکثر طور پر بعض قرآنی آیات کی تشریح پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس میں وعظ و نصیحت کا بھی رنگ ہوتا ہے۔ ان مواقع پر مکرم جناب چوہدری صاحب کی موجودگی ہم سب کے لئے بڑی مفید ہوتی ہے۔

اس موقعہ پر اس امر کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ ایک خواہش عرصہ سے تھی۔ کہ ہمارے ڈچ بھائیوں میں سے بھی کوئی ایسا ہو۔ جو جمعہ کی نماز وغیرہ پڑھا سکے۔ چنانچہ اس دفعہ اس خواہش کی تکمیل بھی ہمارے ایک مخلص ڈچ بھائی مسٹر عبد اللطیف دی میدن نے کردی۔ برادرم موصوف نے دوسرا عربی کا خطبہ بھی عمدگی سے پڑھا اور نماز بھی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بھائی کے ایمان اور اخلاص میں ترقی دے۔ اور اپنے فضل سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

لٹریچر

عرصہ زیر رپورٹ میں اشاعت لٹریچر کے ضمن میں بھی چند ایک امور قابل ذکر ہیں۔ جن کا ذکر احباب جماعت کے لئے موجب مسرت ہوگا وکالت تبشیر کے زیر اہتمام سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے تحریر فرمودہ دیباچہ کا ایک حصہ " لائف آف محمدؐ " کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جو جماعت کی اہم ضرورت کو احسن رنگ میں پورا کر رہا ہے۔ یہ کتاب جو سوا سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہالینڈ سے شائع ہوئی ہے۔ اور طباعت کاغذ اور جلد وغیرہ کے اعتبار سے نہایت ہی دیدہ زیب اور مفید ہے۔ اسی طرح انگریزی ترجمۃ القرآن جو کچھ عرصہ ہوا ہالینڈ سے شائع ہوا تھا اب قریب الاختتام ہے۔ اس ترجمہ قرآن نے جو مقبولیت اپنے احباب اور غیروں میں حاصل کی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اور پھر اس کے باوجود جس قیمت پر اسے فروخت کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اب اس قرآن کو شعبہ تصنیف تحریک جدید کے زیر اہتمام پاکٹ سائز پر شائع کرنے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں اور اس کے لئے تیاریاں شروع ہیں۔ خدا تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مقدس اور اہم کام کو باحسن تکمیل دینے کی توفیق عطا فرمائے

اس کے علاوہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خاص توجہ سے مختلف زبانوں میں تراجم قرآن مجید تیار کئے جا رہے ہیں۔ اور جوں جوں اللہ تعالےٰ توفیق دے رہا ہے ان تراجم کو شائع کیا جا رہا ہے۔

پریس میں ہمارے مشن کا ذکر

ڈچ پریس میں گاہے گاہے ہمارے مشن کی کارگذاری اور اسلام کا ذکر آتا رہتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لوگ زیادہ سے زیادہ مشن سے متعارف ہو رہے ہیں اور انفرادی طور پر مسجد کو دیکھنے یا معلومات حاصل کرنے کی غرض سے لوگ مشن ہاؤس آتے رہتے ہیں گذشتہ عرصہ میں یہاں کے ایک مشہور علمی رسالہ (WERELD) (دنیا) کی اگست کی اشاعت میں کشمیر کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس کا ذکر احباب اور قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس مضمون کا نصف کے قریب ربانی۔ تے پہا

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

روحانیت کا احیاء

اس وقت دنیا جس خطرناک تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑی ہے۔ اور جن ہولناک نتائج سے دوچار ہونے کو تیار ہے۔ ان کے پیش نظر ہندوستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر ملانے چند اپنی تقریر میں بجا کہا کہ

"ایک ایسی دنیا میں جو ایٹمی ہتھیاروں کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہونچ چکی ہے انسان کے لئے روحانی احیاء کی ضرورت ہے"۔ (الجمعیۃ ۱۸/۱۱/۵۷)

باوجود مادی سامانوں کی روز افزوں ترقی کے آج انسان "انسانیت" کو بھول رہا ہے۔ اس کی وہ ایجادات جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے مفید و نفع رساں ہو سکتی تھیں انہی کے ذریعہ اس اشرف المخلوقات کی تباہی کے سامان فراہم کئے جا رہے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے ملک اسلحہ سازی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ اس وقت اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ انسان انسانیت کے مقام کو پہچان لے۔ اور یہ چیز روحانیت کے بغیر ممکن نہیں۔ مگر روحانیت سے مراد وہ نہیں جسے رسمی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے کیونکہ یہ خالی خولی نام کی روحانیت انسان کو چنداں فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے تو ایسی اصل روحانیت کی ضرورت ہے۔ جو روح و مادہ کے خالق کی طرف سے انسانوں کے دلوں میں اس طرح راسخ کر دی جائے جو ان کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دے۔ اور انسان اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچان لے۔ اور اس کا وجود اُس کے بنی نوع کے لئے مفید بن جائے

بے شک جس اعلیٰ روحانیت کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اُس کی داغ بیل آج سے پورے چودہ سو سال پہلے خدا کی خاص تقدیر کے ماتحت ملک عرب میں حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس ہاتھ سے ڈالی دی گئی۔ چنانچہ دنیا نے اس کا شاندار نمونہ دیکھا۔ مگر آپ ہی کی زبان مبارک سے موجودہ زمانہ کی ہولناک صورت کا مفصل حال بطور پیشگوئی بتا دیا کہ ایک طرف آخری زمانہ میں یاجوج ماجوج کی طاقتوں کا باہم گتھم گتھا ہونا ضروری ہے۔ تو دوسری طرف اس جھکتی ہوئی روحانیت کے سامان بھی خدا کی مخفی حکمتوں کے ماتحت کئے جانے والے ہیں۔

پس جو کچھ اس وقت ظاہر ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے وہ خدا تعالے ہی کی خاص حکمت کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اور ضرور ہے کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوں۔ مگر چونکہ خدا تعالے اپنے بندوں سے کمال درجہ کی رحمت و شفقت کا سلوک کرتا ہے اس لئے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ اپنی پیاری مخلوق کو بلا وجہ تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل دے!! اگر آج بعض انسانوں کے دماغ اصل علاج کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں تو کیا خدا کی حکمت کاملہ نے اس کے سامان پہلے سے نہ کئے ہونگے۔

بلاشبہ اس نے ایسا کیا ہے۔ اور ضرور کیا ہے۔ مگر انسان کی کوتاہ نگاہیں اُس تک پہنچ نہیں سکیں۔ اور وہ اپنی عدم واقفیت کی بنا پر اپنی عقل سے اس کا حل تلاش کرتا ہے۔ اور از خود روحانیت کے احیاء کا پروگرام بنانے کے لئے آگے بڑھتا ہے مگر وہ بھول جاتا ہے کہ یہ اس کا مقام نہیں کیونکہ یہ امر انسان کی طاقت سے بالا اور اُس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے

الغرض اس بات میں تو کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس وقت دنیا میں روحانیت کے احیاء کی اشد ضرورت ہے لیکن ہمارے نزدیک روحانیت کا احیاء انسان کی اپنی سوچ بچار کے نتیجہ میں ممکن نہیں۔ اور نہ ہی آج تک انسان ایسا کر پایا ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان اُس اصل طریق کو اختیار کرے اور اُس کی جستجو میں لگا رہے۔ جو حقیقی روحانیت کا دروازہ کھول دے اور وہ طریق کسی کامل روحانی راہنما کی اتباع اور اُس کے بتائے ہوئے طریق پر عمل پیرا ہونا ہے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے ہموطنوں کو اس بات کی خوشخبری دیتے ہیں کہ خدا کے فضل سے روحانیت کے احیاء کا سامان آج سے ایک عرصہ پہلے آپ ہی کے ملک میں ہو چکا اور حضرت نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سچے خادم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو روحانیت کے سرچشمہ کی طرف سے عین وقت پر کھڑا کیا گیا۔ انسانی فلاح و بہبود کا یہ بابرکت پودا لگایا جا چکا ہے۔ اب آپ حضرات کا کام ہے کہ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

آج سے نصف صدی پیشتر اسی پاک مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے تمام بنی نوع انسان کو نہایت واضح الفاظ میں اطلاع دی کہ:-

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اُس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کروں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی وہ طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر اک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہے۔ اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے"!

(لیکچر اسلام صفحہ ۲۴)

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان باتوں پر سنجیدگی سے غور کرتے ہیں۔ اور خدا کے مہیا کردہ سامانوں کے ذریعہ حقیقی روحانیت کے احیاء کا سامان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہی روحانیت بنی نوع انسان کے لئے فائدہ مند ہے۔ اور اس کے ذریعہ عالمگیر بربادی سے امن کی صورت پیدا ہو سکتی ہے!!

احمدؑ کے میکدے سے تو پی جامِ زندگی

(از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

وہ صبح زندگی تھی یہ ہے شامِ زندگی
ہر حال میں رہی ہے دلآرامِ زندگی

پچاس بلکہ ساٹھ برس قادیاں رہے
پایا ہے ہم نے فیض بہ ہر گامِ زندگی

دنیا کے رنگ و بو سے ملوث نہ ہو کے چلے
ہو اس قدر بلند ترا بامِ زندگی

سرمستیٔ ابد ترے حصہ میں آئے گی
احمدؑ کے میکدے سے پی جامِ زندگی

تقلیدِ بایزید ہی اکمل بعہد وصل
پیدا کرے گی سینکڑوں لبطامِ زندگی

جناب سنت الشیر سنگھ صاحب گوردوارہ نانک سر کی قادیان میں آمد

قادیان ۱۶ نومبر ۱۹۵۷ء آج جناب سنت الشیر سنگھ صاحب متولی گوردوارہ نانک سر (ضلع لدھیانہ) جو اپنے علاقہ میں مشہور اور صاحب اثر شخصیت ہیں قادیان تشریف لائے۔ اور جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے مع سوا سو عقیدتمند سکھوں کے ہمارے حلقہ میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب انجنیئر و گورنمنٹ کنٹریکٹر جو آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ تھے مسجد مبارک میں جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ و جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت اور دوسرے اصحاب نے ان کا استقبال کیا۔ مسجد میں گاؤ تکیہ کے ساتھ ان کو بٹھایا۔ اور سلسلہ کے متعلق مختلف باتیں ہوتی رہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ بھی باوجود علالت کے ان کی ملاقات کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اور مجلس میں بیٹھ کر ان سے مختلف امور پر باتیں فرماتے رہے۔

اس موقعہ پر مکرم حکیم خلیل احمد صاحب نے اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی۔ جس سے حاضرین پر اچھا اثر پڑا۔ جناب سنت صاحب اور ان کے ساتھیوں نے بھی علمی مذاکرہ میں حصہ لیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ نے اس موقعہ پر جناب سنت صاحب اور ان کے ساتھیوں کی خدمت میں کتاب "چشمۂ نوبیل" اور دیگر بہت سا لٹریچر پیش کیا۔ جو انہوں نے خوشی سے قبول کیا۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے اس موقعہ پر دینِ حق کی تبلیغ کا اچھا موقع میسر آیا۔

خطبہ جمعہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دُنیا کے کونے کونے تک پہنچانا ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۷ء بمقام ربوہ)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم

(توبہ ع ۱۶)

اس کے بعد فرمایا:-

اس آیت میں

اللہ تعالیٰ نے پہلے تو مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تمہارا اور عیسائیوں کا کوئی جوڑ نہیں۔ تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا گیا ہے۔ جو من انفسکم ہے۔ یعنے وہ تمہارے جیسا ہی ہے۔ اس لئے تم کبھی اپنے دل میں یہ خیال بھی نہ لاؤ۔ کہ ہم اس کی نقل نہیں کر سکتے۔ وہی جذبات اس کے دل میں ہیں۔ جو تمہارے دلوں میں ہیں۔ وہی خواہشات اس کے دل میں ہیں۔ اسی قسم کے ارادے اور اسی قسم کے کام کرنے کی خواہش اسکے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ جیسی تمہارے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ایک عیسائی کے لئے قدم قدم پر مشکل ہے۔ جب اس سے کہا جائے۔ کہ وہ مسیح علیہ السلام کی طرح کوئی نیک کام کرے تو وہ فوراً رُک جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں تو یہ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جس کی نقل کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ اور میں بندہ ہوں۔ پھر میں ایک ایسے آدمی کی اولاد ہوں۔ جس سے ورثہ میں مجھے گناہ ملا ہے۔ یعنے میرے عقیدہ کے مطابق آدم بھی گنہگار تھے۔ ان کی اولاد بھی گنہگار ہے۔ پھر میں کیسے نیکی کر سکتا ہوں۔ تو دیکھو

کتنا بڑا فرق ہے

ایک مسلمان اور ایک عیسائی میں۔ ایک مسلمان تو ہر نیکی کے بعد خوش ہوتا ہے۔ کہ میں نے نیکی کی۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں اسلئے بھی نیکی کے قابل ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے پیدائش سے میری فطرت میں پاکیزگی رکھی ہے۔ اور اس لئے بھی نیکی کے قابل ہوں کہ جس کی نقل کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ وہ میرے جیسا ہی ایک انسان ہے۔ پس اپنے متبوع کے لحاظ سے بھی یعنی جس کی میں نے نقل کرنی ہے۔ میں اس قابل ہوں کہ اس کی نقل کر سکوں۔ اور اس لحاظ سے بھی میں قابل ہوں کہ میرے اندر ذاتی قابلیت پائی جاتی ہے۔ لیکن ایک عیسائی جانتا ہے کہ

جہاں تک قابلیت کا سوال ہے

میں نیکی کے ناقابل ہوں۔ اور جہاں تک نقل کا سوال ہے۔ میرے لئے یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ جس کی نقل کرنے کے لئے مجھے کہا گیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ غرض وہ دونوں طرح سے نیکی سے محروم رہتا ہے۔ اور مسلمان دونوں طرح نیکی سے محروم نہیں۔ بلکہ نیکی کے قابل ہے اور اس پر قادر ہے۔

پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ عزیز علیہ ما عنتم۔ تمہارا کسی تکلیف میں مبتلا ہونا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گزرتا ہے

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں

کہ جب انسان کو کسی کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اس کی خاطر بہت تکلیف اٹھا رہا ہے۔ تو وہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ اور اس کی قدر اور عظمت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس کی مدد کے لئے انتہائی جوش کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہمارے دلوں میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اور آپ کی مدد کو ہمیں اپنا نصب العین بنا لینا چاہیئے۔ جس کا

صحیح طریق یہ ہے

کہ آپ کے دین کی اشاعت کی جائے۔ اور آپ جس پیغام کو دنیا تک پہنچانا چاہتے تھے۔ اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (شعراء ع ۱) یعنے جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو انہیں اتنا درد ہوتا ہے۔ کہ جیسے کسی کی گردن پر چھری رکھ کر اسے دوسرے سرے تک لے جائیں یا جیسے کسی بکرے کی گردن پر چھری رکھ کر اسے اتنے زور سے چلائیں کہ اس کی گردن کا پچھلا حصہ بھی کٹ جائے۔ یہی بخع کے معنے ہوتے ہیں۔ غرض فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر

تمہارا دُکھ اتنا گراں گذرتا ہے

کہ اس کی زندگی اس پر حرام ہو جاتی ہے اور جس شخص کی زندگی محض ہماری تکلیف کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہو۔ ہمیں کیوں نہ جوش آئے گا۔ کہ ہم اس کی خاطر ہر قسم کی تکالیف برداشت کریں۔ پھر وہ کوئی بڑی بات منواتا تب بھی کوئی بات تھی۔ وہ تو ہمیں یہ کہتا ہے۔ کہ

دنیا میں سچائی پھیلاؤ

وہ تو ہمیں یہ کہتا ہے۔ کہ امن اور راستی کے ساتھ دنیا کے ساتھ دنیا میں رہو۔ پس اس کی خاطر تکلیف اٹھانا تو ایسی چیز ہے جس میں خود فائدہ اٹھانے والی بات ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری خاطر اتنی تکلیف اٹھاتا ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ تو ہمیں کیوں نہ احساس ہوگا کہ ایسے محسن اور محبت کرنے والے انسان کیلئے اور زیادہ قربانی کریں۔ یہانتک کہ دنیا میں صداقت ہی صداقت پھیلتی چلی جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ

اکثر مسلمان اس بات سے غافل ہیں

بس اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن خدا کے کام کو کوئی نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی بات کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

یعنی ہر شخص اپنے کام میں مشغول ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کا اسے کوئی فکر نہیں۔ اس شعر میں اسی آیت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ

چاہیئے تو یہ تھا

کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا خیرخواہ دیکھ کر کہ ہماری ذراسی تکلیف پر بھی ان کی جان گھٹنے لگ جاتی ہے۔ اور مرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں مسلمان اپنی ساری زندگی ان کے دین کی اشاعت میں صرف کر دیتے۔ لیکن بجائے اپنی ساری زندگی اس کام میں لگانے کے وہ ایسے کاموں میں پڑ گئے ہیں۔ جو سر سر دنیوی ہیں۔ اور ان کا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ہم پر احسانات ہیں ان کے مقابلہ میں بادشاہوں کے احسانات بھی بے حقیقت ہیں۔

محمود غزنوی اور ایاز کا واقعہ

بڑا مشہور ہے۔ تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ محمود جو کچھ آپ کھاتا تھا۔ وہ ایاز کے لئے بھی بھجواتا تھا۔ اور جب کوئی اچھا کپڑا آتا تھا۔ تو کہتا تھا جاؤ یہ ایاز کو دے آؤ۔ دوسرے درباریوں کو محمود کا یہ فعل بُرا لگتا تھا۔ ایک دن سب درباریوں نے مل کر کہا کہ حضور آپ تو اس کی اتنی خاطر کرتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کا خزانہ چُرا چُرا کر گھر لیجاتا ہے۔ ایاز وزیر بھی تھا۔ اور خزانہ کا افسر بھی تھا۔ محمود نے کہا میں ہرگز نہیں مان سکتا۔ درباریوں نے کہا حضور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ چنانچہ محمود ایک دن آدھی رات کو خزانہ میں گیا۔ اور اس نے پہرہ دار وں سے کہا کہ خبردار اگر کسی کو میرے آنے کا پتہ لگا۔ ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا پھر خزانہ کے محافظ سے کنجی لے لی اور اسے کہا۔ کہ تم اس وقت چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد ایاز آیا۔ اور وہ تالا کھول کر اندر چلا گیا۔ اندر دوسرا دروازہ تھا۔ اس کو کھولا۔ پھر تیسرے دروازہ کو کھولا۔ جب اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایاز موجود ہے۔

اس کے دل میں خیال آیا

کہ ضرور چور ہے۔ آخر آدھی رات کو یہاں اس کا کیا کام ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایاز اٹھا اور اس نے خزانہ کا وہ صندوق کھولا جس میں ہیرے اور جواہرات رکھے جاتے تھے۔ اس کا تالا کھولا۔ پھر اس کا دوسرا تالا کھولا۔ پھر تیسرا تالا کھولا۔ اور پھر اس کے اندر سے ایک چھوٹا سا بکس نکالا۔ جس میں ہیرے اور جواہرات تھے۔ اب تو محمود کو بالکل یقین ہو گیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ میں نے بڑی بیوقوفی کی۔ کہ ایسے شخص کو اپنا درباری مقرر کیا۔ یہ ایک غلام تھا جسے میں نے غلطی سے اتنی عزت دے دی ہے

جب ایاز نے ایک اور بکس اندر سے نکالا۔ اور اس بکس کو کھولا۔ تو اس کے اندر سے نہایت سڑے ہوئے چیتھڑے نکلے اس وقت

ایاز نے اپنا شاہی لباس اتارا

اور وہ چیتھڑے پہن لئے۔ اور پھر وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور نماز میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کرکے اور رو رو کر دعا کرنے لگا۔ کہ الٰہی میں اس شہر میں ان چیتھڑوں میں داخل ہوا تھا۔ یہ محض تیرا ہی احسان ہے کہ ان چیتھڑوں سے ترقی کرکے تو نے مجھے وزیر اور درباری بنا دیا۔ اگر تیرا فضل نہ ہوتا۔ تو میرا یہ اعزاز کیسے ہوتا اور میں اس کا کب مستحق تھا۔ یہ سب تیرا ہی فضل ہے جب محمود نے یہ سنا تو اس نے اُٹھ کر ایاز کو گلے لگا لیا۔ اور کہنے لگا۔ میری بدگمانی معاف کرنا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم ایسا اچھا کام کر رہے ہو۔ مجھے لوگوں نے تمہارے متعلق بدگمان کر دیا تھا۔

میری بدگمانی معاف کرو

اب مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ تم کیسے نیک آدمی ہو۔ یہ کہہ کر باہر چلا گیا اور باہر جا کر باقی سب درباریوں کو جھٹلایا۔ اب دیکھو ایاز نے محمود کی کتنی خدمت کی تھی۔ مگر اس نے اتنی تکلیف نہیں اٹھائی تھی جتنی ہمارے فخر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی ایک بیوی کہتی ہیں کہ آپ رات کو امت کے لئے اتنی دعائیں کرتے تھے۔ اور اتنی دیر نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میرے اگلے اور پچھلے سب گناہ خدا تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں۔ تو کیا میرا حق نہیں کہ اس کے احسان کا شکریہ ادا کروں۔ ایاز کی خدمتیں کی جائیں۔ تو وہ صرف چند نکلیں گی۔ جو مشہور اور تاریخی ہیں۔ مثلاً جب ہندوستان سے محمود واپس جا رہا تھا۔ تو ایک جگہ اس نے ایک پہاڑی کی طرف دیکھا۔ اس پر ایاز نے جھٹ اپنے گھوڑے کے ایڑ لگائی۔ اور اس طرف بھاگ گیا۔ دوسرے درباری ایاز پر حسد کرتے تھے۔ انہوں نے کہا دیکھئے

ایسے نازک موقع پر

ایاز نے غداری کی ہے۔ اور وہ محمود کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حالانکہ یہ وقت خطرناک تھا۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ یہاں رہتا ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ ایاز غدار ہے۔ اب دیکھ لیجئے ایسے نازک موقع پر وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ محمود نے الزامات کو سنا۔ تو کہنے لگا۔ مجھے پتہ نہیں میں ایاز کو جانتا ہوں۔ ایاز کوئی بات بلا وجہ نہیں کیا کرتا۔ واپس آنے پر جب میں اس سے پوچھوں گا۔ تو پتہ لگ جائے گا کہ اس کے اس طرف جانے کی کیا وجہ تھی۔ چنانچہ جب ایاز واپس آیا۔ تو بادشاہ نے پوچھا۔ تم کیوں مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

یہ تو خطرہ کا وقت تھا

کہنے لگا۔ حضور میں نے یہ سمجھا تھا۔ کہ محمود کوئی بات بلا وجہ نہیں کر سکتا۔ یہ بڑا عقلمند آدمی ہے اس نے پہاڑ کی طرف دیکھا ہے۔ تو ضرور وہاں کچھ ہوگا۔ چنانچہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچا۔ تو وہاں میں نے دیکھا۔ کہ کچھ ہندو جرنیل اپنی سواریاں لے کر حملہ کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ تاکہ جونہی بادشاہ پہاڑی کے پاس پہنچے۔ وہ اوپر سے پتھر دھکیل دیں۔ بادشاہ نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ کہ یہ شخص مجھ سے اتنی محبت رکھتا ہے۔ کہ میری ہر حرکت کا خیال رکھتا ہے۔ اس نے محض میرے دیکھنے سے معلوم کر لیا۔ کہ ضرور وہاں کچھ ہوگا۔ لیکن تم کو پتہ نہیں لگا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ میرے ساتھ بہت محبت کرتا ہے اور تمہاری میرے ساتھ اتنی محبت نہیں۔ تو تاریخوں میں ایاز کے اس قسم کے صرف چند واقعات آتے ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دیکھیں۔ تو وہ اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ جس کی مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آسکتی۔ مثلاً

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ایک دفعہ مدینہ میں رات کو شور کی آواز سنائی دی۔ ان دنوں مشہور تھا کہ قیصر اپنی فوجوں سمیت مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ قیصر کی بادشاہت ان دنوں ایسی ہی تھی جیسے آج کل روس اور امریکہ کی ہے۔ صحابہ دوڑ کر مسجد میں جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پتہ لگا کہ کوئی سوار اس طرف سے آ رہا ہے۔ جدھر سے شور کی آواز آئی تھی صحابہ باہر گئے۔ تو دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ایک مخلص آدمی کا گھوڑا لے گئے تھے۔ جب آپ واپس آئے تو فرمایا۔

تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو

صحابہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہم نے خطرے کی آواز سنی تھی اس پر کچھ لوگ تو اپنے گھوڑوں پر چلے گئے۔ اور کچھ مسجد میں جمع ہو گئے۔ تاکہ اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے ہیں انہوں نے درست کیا۔ ہمیشہ یہی طریق ہونا چاہیئے کہ اگر کبھی خطرہ کا وقت ہو۔ تو مسجد میں جمع ہو جایا کرو۔ اور وہاں اکٹھے ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تدبیر کیا کرو۔ اب دیکھو کہ سارے مسلمان مسجد میں اکٹھے ہو کر انتظار کر رہے تھے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے رات کو گئے اور واپس آئے اور فرمایا۔ میں خبر لینے گیا تھا کہ کہیں

قیصر کا لشکر تو نہیں آ رہا

غرض آدھی رات کے وقت بیس ہزار آدمی کے مقابلہ کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ محض اس لئے کہ ان کی امت پر کوئی اچانک حملہ نہ کر دے بھلا اس کے مقابلہ میں ایاز کی جو قربانی تھی وہ بے ہی کیا چیز۔ اسی طرح غزوہ احزاب کے موقعہ پر لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہودیوں نے کافروں سے معاہدہ کر کے ارادہ کیا ہے کہ مسلمان عورتوں پر حملہ کریں۔ آپ نے فرمایا ان عورتوں کو فوراً فلاں جگہ پر جمع کر دو۔ اس وقت آپ کا لشکر کل [illegible] سو کا تھا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ سات سو آدمی میرے پاس رہنے دو۔ اور پانچ سو آدمی عورتوں کی حفاظت کے لئے لے جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کے ساتھ فتح دیدی۔ مگر اس وقت جو آپ نے

مسلمانوں کے لئے قربانی کی

وہ بہت بڑی تھی کہ پانچ سو کا لشکر عورتوں کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ اور صرف سات سو کا لشکر اپنے پاس رہنے دیا۔ صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ لشکر تو بہت تھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمان دلیر ہوتے ہیں اس لئے وہ تھوڑے بھی زیادہ ہیں۔ تم عورتوں کی حفاظت کرو۔ چنانچہ صحابہؓ نے آپ کی اس محبت کو محسوس کیا اور غزوہ احزاب میں اس دلیری سے مقابلہ کیا۔ کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔ میور جو بڑا اعلیٰ درجہ کا عیسائی مصنف ہے۔ اور کسی زمانہ میں یو۔ پی کا گورنر بھی رہ چکا ہے۔ اس نے

اسلام پر ایک کتاب

لکھی ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا کہ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ جنگ احزاب میں کفار کا لشکر تو چودہ ہزار تھا۔ اور مسلمانوں کا لشکر صرف بارہ سو تھا۔ پھر بات کیا ہوئی کہ کافر ہار گئے اور مسلمان جیت گئے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر غور کیا۔ تو یہ بات میری سمجھ میں آگئی۔ اس نے لکھا ہے کہ غزوہ احزاب کے موقع پر کفار کے بڑے سے بڑے سردار لوگوں کو جوش دلانے کے لئے کہتے تھے کہ جو لوگ خندق پار کر کے حملہ کریں گے ہم انہیں اپنی بیٹی دے دیں گے۔ اپنا گھوڑا دے دیں گے۔ اپنی تلواریں دے دیں گے۔ چنانچہ کئی دفعہ دشمن کے سردار خندق کو پار کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ جب خندق میں رستہ بن جاتا اور کافر سردار کود کر دوسری طرف چلے جاتے تو وہ سیدھے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف چلے جاتے۔ اگر وہ یہ غلطی نہ کرتے۔ تو ضرور جیت جاتے۔ کیونکہ جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف جاتے تھے تو مسلمان پاگلوں کی طرح خیمہ کے گرد اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اور ایسی دلیری سے لڑتے تھے۔ کہ بعض دفعہ کفار ڈر کے مارے خندق میں کود گئے۔ اور ان کی گردنیں ٹوٹ گئیں۔ وہ گئے تو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تھے۔ لیکن جب خندق کے پاس لوٹ کر آئے تو اتنے گھبرائے کہ انہوں نے خندق میں چھلانگیں ماریں۔ اور وہ مارے گئے۔ وہ لکھتا ہے یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ کا عشق ہی تھا جس کی وجہ سے کفار کو شکست ہوئی اگر ان کے دلوں میں

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق

نہ ہوتا تو وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکتے۔ اب دیکھو صحابہؓ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو سمجھ لیا۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ اب ظاہری لڑائیاں نہیں صرف روحانی لڑائیاں لڑنی پڑتی ہیں۔ پھر بھی ہم کمزوری دکھاتے ہیں۔ اور ہمارے بھائی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت سے جن میں ان کے اپنے بچوں کی زندگی ہے۔ ان کی بیویوں کی زندگی ہے۔ ان کے پوتوں پڑپوتوں کی زندگی ہے۔ بلکہ ان کی اپنی زندگی ہے غفلت کر جاتے ہیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ نے یہ قربانی کی کہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں تک لڑا دیں۔ اور کہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیاری اور کوئی چیز نہیں۔ دشمن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک تب ہی پہنچنے دیں گے جب ہم [illegible] تک نہیں جانے دیں گے تو دیکھو یہ قربانی ہے جو صحابہ نے کی۔ مگر اس کے مقابلہ میں اب روحانی تبلیغ کا کام ہے۔ اس میں نہ اپنی جان جاتی ہے۔ نہ بیوی کی جان جاتی ہے اور نہ بیٹوں کی جان جاتی ہے۔ پھر بھی ہم سستی کر جاتے ہیں۔ اس غفلت کی ہم کو اصلاح کرنی چاہیئے اور ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیئے کہ ہم

صحابہؓ کا نمونہ بن جائیں

اور ان کی نقل میں خدا تعالیٰ ہمیں اس ثواب میں شریک کرے جو اس نے صحابہؓ کو دیا ہے۔

درخواست ہائے دعا

مکرمی شیخ حمید اللہ صاحب مبلغ عمانہ بوجہ اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔ احباب جماعت دعا کی درخواست ہے (۲) مکرمی شیخ قاسم داؤد داماد صاحب سرگرہ بانوہ (صوبہ بمبئی) پیٹ کی خرابی

مشاہدات اجمیر شریف

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

دار العلوم

دار العلوم دیوبند کی افادی حیثیت سے کسی ہندوستانی مسلمان کو انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس مدرسہ نے اسلامی علوم و فلسفہ کی خدمات انجام دیں لیکن جب رضا احمد خاں بریلوی نے سماع۔ عرس اور نیاز و فاتحہ کو مذہبی شکل دی۔ تو دار العلوم دیوبند نے مسلمانوں کو اس کے بد اثرات سے بچانے کے لئے مہم چلائی۔ اور درسگاہ میں زیادہ تر سماع و عرس اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں سنی جانے لگیں۔ اور ان کی توجہ زیادہ تر علم کلام۔ اسماء رجال اور یونانی فلسفہ و حکمت کی طرف مبذول ہو گئی۔ خصوصاً جب سے تھانہ بھون کی تحریک نمودار ہوئی تو بزرگوں کی زیارت مزار پر فاتحہ اور استمداد بالارواح کے خلاف بڑا سخت رویہ اختیار کیا گیا۔ اور وہ شخص بھی غیر متشرع سمجھا جانے لگا جو قبر کے سامنے دعاء مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

سلسلہ اولیاء

پہلے دیوبند کی اس تحریک کا مجھ پر بھی بڑا اثر تھا۔ اور بزرگوں کے مزار پر فاتحہ و دعاء مغفرت کے لئے جانا ایک بدعت و فعل قبیح خیال کرتا تھا۔ مگر جب خدائے پاک نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہچاننے کی توفیق دی تو معلوم ہوا کہ مسیح ہر دنیا میں دو سلسلے پائے جاتے ہیں۔ ایک سلسلہ علماء ظواہر کا ہے۔ جو درس و تدریس۔ قیل و قال اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ غلبۂ اسلام چاہتا ہے اور دوسرا گروہ اولیاء و صوفیائے امت کا ہے۔ جو اپنی قوت باطنی۔ توجہ روحانی اور معرفت کے ذریعہ لوگوں میں خداشناسی و خداپرستی کا جذبہ پیدا کرتا ہے پہلا گروہ عالموں کا ہے اور دوسرا عارفوں کا۔ اور علم و معرفت میں جو فرق ہے وہی فرق ان دونوں گروہوں میں بھی نظر آتا ہے۔

علماء ظواہر نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف طوفان مخالفت برپا کیا اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ کا سلسلہ اولیاء امت کے سلسلہ سے ملتا تھا۔ ان نامحرم علماء نے آپ کو نہیں پہچانا اور مخالفت پر کمر باندھی۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رح کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ مہدی جب آئیں گے تو ان کی سب سے زیادہ مخالفت اس وقت کے علماء ہی کرینگے۔

برکات بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے سے مجھے طبعاً تمام اولیاء امت و صوفیاء [illegible]

ملت سے عقیدت و محبت ہو گئی۔ چنانچہ ابکے جو میں بمبئی سے جماعت احمدیہ کے چھیاسٹھویں جلسہ کی شرکت کے لئے قادیان جا رہا تھا۔ تو میری گاڑی فرنٹیر میل جب بھرت پور اسٹیشن پر پہنچی تو وہاں لکھا دیکھا کہ اجمیر شریف کے لئے گاڑی بدلئے۔ یہ دیکھنا تھا کہ میرے دل میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق امنڈ آیا۔ اس لئے جب میں جلسہ سے لوٹا تو سیدھا قادیان سے اجمیر شریف کا ٹکٹ لیا۔

دہلی سے احمد آباد والی ایکسپریس پر بیٹھا۔ رات کے دس بجے اجمیر شریف پہنچا۔ سٹیشن پر سینکڑوں خدام درگاہ شریف ملے۔ سبھوں نے اپنے اپنے گھر پر قیام کرنے کی دعوت دی۔ لیکن ان خدام کے متعلق جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ اس سے میں بھی خوف زدہ تھا۔ اس لئے ہر شخص سے اظہار معذرت کر دیا۔ اور تانگہ میں بیٹھ کر اپنے احمدی دوستوں کی تلاش میں نکلا۔ مگر حسن اتفاق کہ ان میں سے ایک بھی نہیں ملے۔ اس لئے مجبوراً درگاہ شریف ہی گیا۔ اور ایک خادم سید محمد عاقل کے ہاں قیام کیا۔

خدام درگاہ شریف

ان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس وقت درگاہ شریف کے دو ہزار خدام ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش خدمت زائرین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بدحالی کے زمانہ میں بھی خواجہ صاحب کی طفیل ان لوگوں کو رزق دے رہا ہے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ خواجہ معین الدین چشتی رح کی شان میں جو خواجہ غریب نواز کہا گیا ہے۔ وہ بالکل بجا ہے۔ میں جس خادم کے ہاں ٹھہرا تھا۔ اس کی مسکنت و خاکساری دیکھ کر تعجب آتا تھا کہ یہی وہ خدام ہیں جن کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ وہ تو بالکل بے نفس و نیک مزاج ثابت ہوئے۔

زیارت خواجہ صاحب

صبح میں سید محمد عاقل صاحب کی رہبری میں خواجہ صاحب کی زیارت کو نکلا۔ سب سے پہلے خواجہ غریب نواز کے مزار پر نور پر آیا۔ خادم نے بڑھ کر مزار خواجہ کا غلاف اٹھایا اور کہا کہ اسے بوسہ دیجئے۔ مگر میں نے خادم کو روکا تو فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ اور میں نے فاتحہ پڑھنے کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ بڑے خشوع و خضوع کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور بہت دیر تک اس صاحب الصلوٰت بزرگ کے روضہ کے جوار میں کھڑے ہو کر اسلام و احمدیت کی ترقی کی دعائیں مانگتا رہا۔

روضہ خواجہ صاحب

اس کے بعد میں نے مزار مبارک۔ قبہ اور گنبد کی زیب و زینت دیکھی۔ مزار کے تعویذ میں یاقوت رمانی جڑا ہوا تھا۔ اوپر زربفت و کمخواب کے قیمتی قبہ پوش ہیں۔ چھپر کھٹ کے بیچ میں نقرئی جالیدار مجرے۔ گنبد کے اندرونی حصہ میں سنہری اور جوہری کام ہے۔ چھت میں کاشانی مخمل کی زریں چھت گیری لگی ہوئی ہے اس میں طلائی زنجیروں میں سنہرے گولے لٹک رہے ہیں۔ خادم نے ایک دیوار گیر مخملی پردہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ غلاف کعبہ ہے جو تحفۃً خواجہ صاحب کے لئے آیا ہے۔ قبہ و گنبد کی بیرونی زینت بھی بہت دلآویز ہے۔ گنبد پر ایک بڑا سا سنہرا کلس لگا ہے۔ جو نواب حیدر علی آف رام پور کا نصب کردہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے ایک بخارے نے بھی گنبد پر [illegible] من سونے کا کلس چڑھایا تھا۔

میں نے مزار خواجہ قبہ اور گنبد کی ظاہری آرائش دیکھی۔ اور دیکھتا گیا یہاں تک کہ مجھے مسیح زماں و مہدی دوراں کا مزار اقدس یاد آ گیا۔ جو آسمان کے سایہ میں اور ایک کھلی فضا میں ہے۔ وہاں مسہری ہے نہ چھپر کھٹ نہ زربفت و کمخواب کے پردے۔ نہ یاقوت رمانی کا جڑاؤ۔ وہ تو مٹی کی ایک خام تربت ہے۔ اس پر ایک پھول بھی نہیں چڑھایا جاتا۔ روایت ہے کہ پہلے خواجہ غریب نواز کی قبر بھی ایسی ہی تھی۔ مگر بعد میں عقیدتمندوں نے طرح طرح سے اس روحانی مرقد پر دنیا پرستی کے رنگ چڑھائے۔

روضہ کے عام دروازہ [illegible] کے آگے ایک کشادہ صحن ہے۔ وہاں چند خدام بیٹھے تھے۔ جنہوں نے مجھے نذرانہ دینے کی تلقین کی۔ مگر میں نے معذرت کی۔ عام طور پر مشہور ہے نذرانہ نہ دینے والوں سے مجاور بدسلوکی کرتے ہیں۔ مگر میرے ساتھ تو خدام خندہ پیشانی ہی سے پیش آتے رہے

اولیاء مسجد

روضہ مبارک سے نکلنے کے بعد اب میں وہاں آیا جہاں خواجہ معین الدین چشتی رح عبادت کیا کرتے تھے۔ آج اس جگہ تین درِ کی مسجد بنی ہے۔ اس کو اولیاء مسجد کہتے ہیں یہ عمارت ۱۳۵۶ھ میں گیا صوبہ بہار کے ایک رئیس خان بہادر چوہدری محمد بخش نے بنوائی تھی۔ میں نے اس مسجد میں دو رکعتیں ادا کیں [illegible] یہاں بھی اسلام کی ترقی و سربلندی کے لئے دعائیں کیں۔

اس کے بعد خادم نے مجھے مساجد کی زیارت کرائی۔ سب سے پہلے شہنشاہ اکبر کی بنائی ہوئی مسجد دیکھی۔ یوں تو اکبر بادشاہ اپنی بے دینی میں مشہور ہے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ وہ خواجہ غریب نواز کا بڑا عقیدتمند تھا۔ اور کئی بار فتح پور سیکری سے پیدل خواجہ صاحب کی زیارت کو آیا تھا۔ مسجد اس عقیدت کی گواہی دے رہی تھی۔ اس کے بعد شاہجہان کی مسجد۔ احاطہ صحن چراغ۔ محفل خانہ۔ اور دوسری بیسیوں چیزیں دیکھیں جو قابل دید سمجھی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزار ہمیشہ مسلمان بادشاہوں امراء اور فقراء کا مرجع رہا ہے۔ اکثر مسلمان بادشاہوں نے یہاں اپنی یادگاریں قائم کی ہیں۔

محفل خانہ کے سامنے ایک حوض و سبیل ہے۔ اس کی چھتری جارج پنجم کی اہلیہ میری نے ۱۹۱۱ء میں تعمیر کرائی۔ اب میں درگاہ شریف کی زیارت سے فارغ ہو گیا۔ لیکن خواجہ صاحب کے جوار سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ وہاں تو یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت را سیر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

چنانچہ ایک بار پھر خواجہ صاحب کے روضہ مبارک پر آیا اور دیر تک فاتحہ پڑھتا رہا۔

جنتی دروازہ

اب میں درگاہ شریف سے رخصت ہونے والا ہی تھا کہ یکایک مجھے درگاہ شریف کا جنتی دروازہ یاد آ گیا۔ عرس کے دنوں میں کھلنے کا بڑا چرچا رہتا ہے۔ میں نے خادم سے کہا اور وہ مجھے جنتی دروازہ کے سامنے لایا۔ یہ دروازہ شاہجہان کی مسجد کے سامنے کھلتا ہے اس کے اوپر سنہرے حروف میں لکھا ہے "جنتی دروازہ" اس دروازہ کی منقبت میں بیان کیا جاتا ہے کہ جو آٹھ مرتبہ اس دروازہ سے گذریگا جنتی ہو گا۔ یہ دروازہ عیدین اور عرس کے موقعہ پر کھلتا ہے۔ میں اس دروازہ کی حقیقت پر غور کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے قادیان کا بہشتی مقبرہ یاد آ گیا۔ پھر میں نے ان دونوں کا موازنہ کیا۔ تو زمین و آسمان کا فرق پایا۔ اس دروازے میں داخل ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ ہر فاسق و فاجر اس سے گذر کر جنتی ہونے کی سند لے سکتا ہے۔ مگر قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے تو بہت سخت شرائط ہیں۔ راہ خدا میں قربانی کرنے والا۔ ارکان اسلام کا پابند اور فسق و فجور سے مجتنب ہونا بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کیلئے شرط ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بہشتی آدمیوں کی یہی علامات ہیں۔ لہٰذا ایسے بندگان خدا کے مدفن کو بہشتی مقبرہ کہنا ہی قرین صداقت ہے۔ قادیان کے بہشتی مقبرہ پر کم نظر علماء نے جو اعتراضات کئے ہیں ایسا [illegible] سبکی محسوس ہوئی۔ اور میں نے حضرت خواجہ [illegible] کی روح کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ

"دنیا کی [illegible] دیکھ! اس جنتی دروازے سے گذر کر تو ایک فاسق و فاجر بھی جنتی ہونے کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ مگر قادیان کا وہ مقبرہ جو مسیح زمان و مہدی دوراں کا مدفن ہے اور یہاں انکے اصحاب و احباب اور مجاہدین اسلام سپرد خاک ہیں۔ اسے بہشتی مقبرہ [illegible]

ملی۔ دنیا کی بے کچھ بھی دیکھ اور خدائے عز وجل سے عرض کرو کہ جنتی دروازہ کھولنے سے پہلے انسان کے علم و عرفان کا دروازہ کھولے۔ تا دنیا میں ہر شخص کو اس کا وہ مقام ملے جس کا وہ خدا اور رسول کے نزدیک مستحق ہے۔"

میں یہ درخواست پیش کر کے درگاہ شریف سے رخصت ہوا۔ بڑے دروازے کے پاس آیا تو خادم نے بتایا کہ وہ جو سامنے پہاڑی نظر آ رہی ہے اس کے پار اناساگر ہے۔ جہاں خواجہ صاحب نے قیام کیا تھا۔ اور جے پال جوگی سے مقابلہ ہوا تھا۔ میں اب اناساگر دیکھنے گیا۔ سنگلاخ پہاڑی اور اناساگر کی قریباً سو گز لمبی اور چار سو گز چوڑی سطح دیکھی۔ پھر خواجہ صاحب اور جے پال کا وہ مقابلہ یاد آ گیا جس میں خواجہ صاحب نے پہلے تو روحانی تصرف سے اناساگر کو خشک کر دیا۔ پھر اجمیر کے کنوئیں خشک ہوئے۔ اور اس کے بعد عورتوں کی چھاتیاں سوکھ سوکھ گئیں (واللہ اعلم بالصواب) جے پال آپ کی اس کرامت کی تاب نہ لا سکا۔ اور قدموں پر گر پڑا۔ اور پھر آپ کا ایسا اطاعت گذار ثابت ہوا۔ کہ خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

سوانح خواجہ صاحب

اب میں اناساگر سے نکل کر سٹیشن کی طرف چل پڑا۔ اس وقت تصورات کے عالم میں کھویا تھا۔ خواجہ صاحب کا بچپن، یتیمی۔ تاتاریوں کا حملہ اور وطن سیستان کی تباہی کا خیال آ گیا۔ اگر سونا آگ سے کندن بن کے نکلتا ہے۔ اولیاء اللہ بھی مصائب کی بھٹیوں سے گذر کر یہ مقام حاصل کرتے ہیں۔ ملک و وطن کی تباہی پر دل گداز ہونا نظر آیا۔ زہد و عبادت کی طرف رغبت ہوئی۔ ایک عارف کامل حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحؒ نے دستگیری کی۔ خرقۂ خلافت بخشا۔ اور سید الاولیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب میں انہیں اقلیم ہند خصوصاً اجمیر کے لئے مامور کیا۔ آپ اجمیر کی تلاش کرتے ہوئے لاہور آئے۔ وہاں حضرت داتا گنج بخش رحؒ کے مزار پر ٹھہرے۔ وہاں سے ملتان گئے۔ اور وہاں پانچ سال قیام کر کے ہندوستانی زبان میں مہارت حاصل کی۔ پھر اجمیر کا رخ کیا۔ اور غالباً ۵۶۱ھ میں وارد ہوئے۔ ان دنوں پرتھوی راج ورائے پتھورا اجمیر و دہلی کا راجہ تھا۔ آپ سے کشوف و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ لوگوں میں آپ کی بزرگی کے چرچے ہونے لگے۔ اور اسلام کی طرف رغبت پیدا ہونے لگی۔ لیکن جب پرتھوی راج کے ایک ملازم نے اسلام قبول کیا تو راجہ نے آپ کی مخالفت شروع کی۔ آپ نے یہ خبر سنتے ہی فرمایا۔ پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم۔ ادھر سلطان شہاب الدین صاحب غوری نے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا اور پرتھوی راج زندہ گرفتار ہو کر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ دنیوی سلطنتوں میں اسی طرح کے انقلابات آتے رہے۔ مگر آپ کی روحانی سلطنت کی بنیاد دن بدن مضبوط تر ہوتی گئی۔ آج شہاب الدین غوری ہے نہ پرتھوی راج مگر آپ کی روحانی حکومت باقی ہے۔ اور اجمیر کو آج بھی وہاں کے باشندے خواجہ صاحب کی نگری کہتے ہیں۔

تصانیف و دیوان خواجہ

حضرت خواجہ صاحب اہل کشف و کرامات ہونے کے علاوہ تصنیف و مذاق سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کی طرف بہت سی تصانیف منسوب ہیں۔ گنج اسرار غیر مطبوعہ، انیس الارواح مطبوعہ۔ کشف الاسرار۔ رسالہ تصوف منظوم۔ رسالہ فی آفاق و انفس۔ اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لنڈن میں موجود ہے۔ اور آپ کے اشعار کا ایک مجموعہ "دیوان معینی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ لیکن بعض نے اس کو مولانا معین الدین صاحب معارج النبوت کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس دیوان کے متعلق پروفیسر عبد الغنی اور پروفیسر محمود شیرانی کے درمیان طول طویل بحث ہوتی رہی ہے۔ سیر السالکین میں لکھا ہے کہ آپ کے آٹھ ہزار اشعار تھے۔ جو جفائے زمانہ کی نذر ہو گئے۔ آپ کی طرف جو اشعار منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔

دمبدم روح القدس اندر معینی می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں بہت سے مسیحی صفت اولیاء گذر چکے ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعویٰ مسیحیت کیا یہ کوئی نیا دعویٰ نہ تھا۔ مگر عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور وہ اپنے اسلاف کے مقام و منصب کو بھی جلد فراموش کر دیتے ہیں۔

غرض میں انہیں خیالات میں کھویا ہوا سٹیشن پہنچا۔ اور اجمیر سے بمبئی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس وقت میں بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود و سلام بھیج رہا تھا کہ اگر میں احمدی نہ ہوتا تو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام و منصب کی معرفت بھی حاصل نہ ہوتی۔ اور اس عقیدت و محبت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحؒ کی زیارت بھی نہ کر سکتا۔

ہالینڈ میں تبلیغ اسلام

(بقیہ صفحہ ۱)

حصہ مضمون نگار نے صرف اس امر کی وضاحت اور اس کے ثبوت میں وقف کیا کہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور یہ عین ممکن ہے جیسا کہ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسیح صلیب سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور زندگی کے بقیہ ایام وہیں گذارے اور وہیں مدفون ہوئے۔ چنانچہ سرینگر میں مسیح کے مقبرہ کا وجود بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مضمون نگار نے وہاں کے لوگوں کے خط و خال۔ عادات و اطوار اور مختلف جگہوں اور قبائل کے نام اس کے ثبوت میں پیش کئے اور وہ تمام باتیں اپنے مضمون میں لکھی ہیں جو ہمارے لٹریچر سے اسے مل سکی ہیں۔

یہ رسالہ ۲۵ ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ اور علمی حلقوں میں خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ ایسے خیالات کی ترویج سے ایسا وقت جلد آ جائے کہ مغرب سنجیدگی کے ساتھ ان امور کی تحقیق کی طرف مائل ہو۔ اور پھر واقعی طور پر انہیں شہادات بھی ایسی مل جائیں جو انہیں اس بات پر مجبور کر دیں کہ فی الواقع وہ تفسیر صحیح ہی کی ہے۔ اور یہ کہ مسیح صلیب پر نہیں فوت ہوئے تھے بلکہ وہاں سے زندہ بچ کر کسی اور علاقہ کو ہجرت کر گئے تھے یہ حالات اگر خدا نے چاہا تو عیسائیت پر اسلام کی کھلی فتح کے لئے ایک بڑی دلیل ہوں گے

قبول اسلام

گذشتہ ماہ اللہ تعالےٰ نے ایک اچھے علم دوست اور قابل شخص کو جماعت سے وابستگی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ استقامت فرمائے۔ یہ دوست ایمسٹرڈم میں تجارت کرتے ہیں۔ بعض غربی ممالک کی سیاحت بھی انہوں نے کی ہے اور اسلامی علوم عربی وغیرہ سے بھی خوب واقف ہیں۔ انہوں نے بیعت کے ساتھ حضور اقدس کی خدمت میں ایک خط بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ایک لمبے عرصہ تک سلسلہ کو دور و نزدیک سے دیکھتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اب وہ اس اثر سے پورے طور پر متاثر ہیں کہ اسلام کی خدمت کا جذبہ اس جماعت کے اندر موجود ہے۔ اور جس قربانی سے یہ جماعت ان خدمات دینیہ کو بجا لا رہی ہے وہ کسی اور جگہ انہیں نظر نہیں آتی۔ اس اظہار کے ساتھ انہوں نے حضور اقدس سے درخواست کی ہے۔ کہ حضور انہیں بھی بطور ممبر اس جماعت میں قبول فرمائیں تا وہ بھی اپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ اس کار خیر میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل کر سکیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اس نئے بھائی کو صحیح ایمان، اخلاص اور استقامت عطا فرمائے۔

ماہ ستمبر میں ہالینڈ مشن کے لئے مرکز سے ایک نئے مبلغ مولوی عبد الحکیم صاحب اکمل (شاہد) تشریف لا رہے ہیں۔ جو مشن کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ یہاں کے حالات کا علم حاصل کرنے اور احباب سے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ زبان کی طرف بھی متوجہ ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کا وجود مشن کے لئے مفید بنا دے۔ آمین۔

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر

ماہ نومبر ۱۹۵۷ء میں ختم ہے

نمبر ۱۲۵۸ مکرمی ایچ فاروق احمد صاحب شاہ آباد دکن۔
نمبر ۱۳۱۹ " خواجہ محمود غوری صاحب یادگیر (دکن)
نمبر ۱۴۷۱ " ڈاکٹر ٹی۔ اے صاحب ڈار مورد گوڑہ (افریقہ)
نمبر ۱۶۰۷ " سیٹھ محمد الیاس صاحب یادگیر (دکن)
نمبر ۱۲۲۳ " سید بشیر الدین صاحب کورائے (اڑیسہ)
نمبر ۱۶۰۹ " الیس او سلام صاحب پوری (اڑیسہ)
نمبر ۱۴۷۲ " بابو اکرام الحق صاحب پانڈولی (یو۔پی)
نمبر ۱۱۲۰ " دلدار خان صاحب سہارنپور "
نمبر ۱۵۳۸ " منشی عبد العلیم خان صاحب دھولتاہی سونگھڑہ (اڑیسہ)
نمبر ۵۲۷ مکرمہ جنرل سیکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ کوسبی سونگھڑہ (اڑیسہ)
نمبر ۱۶۴۲ مکرمی سید ابو الحسن صاحب کٹک "
نمبر ۱۴۳۳ " قائد مجلس خدام الاحمدیہ چودوار "

(منیجر بدر)

درخواست دعا

آج کل کشمیر کے علاقہ ماندوجن سے متواتر یہ اطلاع آ رہی ہے کہ بارش روزانہ ہوتی ہے۔ جس کے باعث فصلیں خراب ہو رہی ہیں۔ اگر یہی صورت حالات رہی۔ تو قحط کا خطرہ ہے۔

لہٰذا دوستوں کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ان بھائیوں کو اپنی امان میں رکھے۔ اور ان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔

مرزا وسیم احمد
ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

گمشدہ رسید بک

جماعت احمدیہ کالیکٹ علاقہ مالابار سے ایک رسید بک جس کا نمبر ۹ ہے۔ رسید ۱ تا ۳۳ استعمال ہونے کے بعد گم ہو گئی ہے۔ لہٰذا احباب جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی دوست کو یہ رسید بک ملے۔ وہ دفتر نظارت بیت المال کو ارسال کر دے۔ اور اس رسید بک پر کوئی چندہ ادا نہ کیا جائے۔

ناظر بیت المال قادیان

"ایک تعمیری تنقید" پر تبصرہ

اخبار دعوت دہلی اور صدق جدید لکھنؤ سے ضروری گذارش

(از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل ایڈیٹر رسالہ الفرقان ربوہ)

جناب مولوی عبد الماجد صاحب ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ نے جناب ایڈیٹر صاحب اخبار دعوت دہلی کا ذیل کا مضمون "ایک تعمیری تنقید" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب دعوت لکھتے ہیں:۔

"قادیانی اخباروں میں اُن کے تبلیغی مراکز کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس کا ایک مختصر سا تعارف یہ ہے انگلستان میں ایسا تبلیغی مرکز ایک ہے۔ سیلون میں تین۔ بورنیو اور ماریشس میں ۵ ہیں۔ جرمنی میں دو۔ ہالینڈ و سوئٹزرلینڈ، ٹرینی ڈاڈ، انڈونیشیا، لبنان، سیرالیون، فری ٹاؤن، سنگاپور، دمشق، فلسطین، برما، گولڈ کوسٹ، مسقط، اسپین، اور اسکینڈے نیویا میں ایک ایک مشرقی افریقہ اور امریکہ میں ۱۸، ۱۸، نائیجیریا میں ۲۲ اور یوسرا میں ۴۴، ان تبلیغی مراکز سے کوئی گیارہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

مساعی سب خدا اور رسول کے ہی نام پر ہیں اور تعارف بھی انہیں اقدار کا ہے جن کو عام مسلمان اپنائے ہوئے ہیں۔ وہی توحید، رسالت اور آخرت کی قدریں۔ لیکن یہ اجمال جب تفصیل میں بدلتا ہے تو وہ عظیم فرق نمایاں ہو جاتا ہے کہ سمت سفر ہی بدل جاتا ہے۔ اور حدود ایمان کی بجائے کفر کی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بات ابھی نہیں اس سے پہلے خوارج کے معاملہ میں بھی یہی تھا۔ بنیادی اقرار پر یقین کے باوجود تعبیرات اور تفصیلات نے انہیں دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیا تھا۔

کاش قادیانی جماعت کے ذمہ دار اصحاب اس پر غور کر سکتے لیکن جہاں یہ ذمہ داری قادیانی جماعت کے سربراہوں کے سر عائد ہوتی ہے وہیں علماء اُمت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس گروہ کے عقائد کی اصلاح کے لئے مساعی کریں۔ پچھلے ستر سال میں ہمیں ایک بھی ایسی کوشش نظر نہیں آئی جس میں علماء نے مناظرے مجادلے کے علاوہ تبلیغ و دعوت کے ذریعہ انہیں گمراہی سے موڑنے کی کوشش کی ہو۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ ہوا ہے تو یہ کہ اُمت مسلمہ کو اس خطرے سے پوری طرح متنبہ کر دیا گیا۔ یقیناً یہ بھی ایک بڑا کام ہے اور اس کا اتنا نتیجہ بھی ظاہر ہے کہ یہ گروہ اُمت سے کٹ کر ایک علیحدہ فرقہ بن گیا مگر اس سے آگے بھی کام کیا جا سکنا ممکن تھا۔ خوارج ہی کے سلسلہ میں دیکھئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ علماء کی ترغیب و دعوت سے ہزاروں خوارج اپنے غلط عقیدوں سے توبہ کر کے سواد اعظم سے مل گئے۔ یہی کچھ آج بھی ممکن ہے بشرطیکہ کچھ ایجابی اور اقدامی کام کئے جائیں۔ (دعوت دہلی)"

(صدق جدید ۳۰ر اگست ۵۷ء)

محترم ایڈیٹر صاحب کو جماعت احمدیہ کی مساعی سے اتفاق ہے۔ ان کی اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن سے اتفاق ہے۔ بلکہ ان کے اصولی عقائد سے بھی اتفاق ہے۔ کیونکہ "توحید، رسالت اور آخرت کی قدریں یکساں ہیں۔ لیکن بایں ہمہ وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ اجمال جب تفصیل میں بدلتا ہے تو وہ عظیم فرق نمایاں ہو جاتا ہے کہ سمت سفر ہی بدل جاتا ہے اور حدود ایمان کی بجائے کفر کی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بات ابھی نہیں اس سے پہلے خوارج کا معاملہ بھی یہی تھا۔ بنیادی اقرار پر یقین کے باوجود تعبیرات اور تفصیلات نے انہیں دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیا تھا۔ کاش قادیانی جماعت کے ذمہ دار اصحاب اس پر غور کر سکتے۔"

ان الفاظ میں جو ابہام ہے اسے واضح کرنا ضروری تھا۔ اسے کاش کہ مدیر "دعوت" یہ بھی ذکر کرتے کہ توحید، رسالت اور آخرت میں اجمالی اتحاد کے بعد تفصیل میں کیا اختلاف پیدا ہوتا ہے اور کیسے اور کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ہم نے تو جہاں تک غور کیا ہے اور بار ہا اس پر غور کیا ہے ہمیں تو صاف نظر آتا ہے کہ اس بارے میں ہمارے خیر خواہ اصحاب کو ہمارے عقائد کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے ورنہ جو تفصیل جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ وہ قرآن مجید کے مطابق اور پوری معقولیت پر مبنی ہے۔

توحید کے بارے میں ہمارا تفصیلی عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنی صفات، اپنے افعال اور اپنی عبادات کے لحاظ سے واحد و یگانہ ہے کسی رنگ میں ہم شرک کو جائز نہیں سمجھتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو الحیّ القیوم یقین کرتے ہیں۔ اس کی تمام صفات کو قائم اور مستقل مانتے ہیں۔ کسی صفت میں تعطل یا معدومیت کے قائل نہیں۔ اسی بناء پر ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح پہلے زمانوں میں اپنے پیارے بندوں سے مکالمہ فرماتا تھا اور ان پر اپنی مرضی کا اظہار فرماتا تھا اب بھی ایسا کرتا ہے اور آئندہ بھی ایسا کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا دوام اس کی ہستی اور توحید کا ثبوت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بچھڑے کے بارے میں فرمایا۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُکَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ (اعراف ۱۴۸) کیا وہ اتنا غور نہ کرتے تھے کہ وہ بچھڑا تو نہ اُن سے کلام کرتا تھا اور نہ انہیں کسی راستہ کی راہنمائی کرتا تھا۔ پھر اسے انہوں نے معبود کیوں بنا لیا؟

جہاں تک توحید باری تعالیٰ کے عقیدہ کی تفصیل کا سوال ہے ہم یہ بھی ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا زندہ وجود بھی ہو سکتا ہے جو کھانے پینے کے بغیر ایک ہی حالت پر قائم رہے اور تغیر و زوال کا شکار نہ ہو۔ اسی بناء پر جماعت احمدیہ اس عقیدہ کو توحید کی کامل تفصیل کے منافی سمجھتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انیس سو سال سے آسمانوں پر جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں اور الآن کما کان کے مصداق ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہمارے مخالف یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے مگر وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ ہم توحید کی تفصیل میں اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔ اسلام کا دائرہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے جس کی تشریح سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اس دائرہ کی اہم خبر مایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل توحید پر ایمان لایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اجمال اور تفصیل ہر لحاظ سے احمدی جماعت کامل توحید پر قائم ہے۔ ہاں اسلام کا اگر کوئی اور دائرہ بعض علماء اور مشائخ نے قائم کر رکھا ہے۔ تو ہماری اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔

رسالت کے بارے میں بھی ہمارا اجمالی اور تفصیلی عقیدہ نہایت واضح اور روشن ہے۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے انبیاء مبعوث فرمائے ہیں۔ اور ہر قوم میں اس کے فرستادے آتے رہے ہیں۔ ان انبیاء میں بعض نئی شریعت لاتے تھے جن سے سابقہ شریعت منسوخ قرار پاتی تھی اور بعض سابقہ شریعت کی تعلیم اور اس کے اجراء کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ وہ اپنی نئی شریعت نہ لاتے تھے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نئی شریعت لانے والے انبیاء آئندہ نہیں آئیں گے۔ قرآنی شریعت کامل ترین شریعت ہے۔ وہ سارے زمانوں کے لئے اور سب انسانوں اور قوموں کے لئے ہے۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے ہر طرح سے محفوظ ہے اس لئے صاحب شریعت نبی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار اور سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ آپ خیر الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔ اور آپ کی اُمت خیر اُمّۃ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی تاثیرات سے آپ کی اُمت میں وہ تمام انعامات جاری ہیں۔ جو پہلی اُمتوں کو ملتے رہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں صالح، شہید، صدیق اور نبی بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ آیت قرآنی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (نساء ع ۹) کا واضح ارشاد ہے۔

ہم رسالت کے بارے میں اس کے علاوہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جملہ انبیاء علیہم السلام معصوم تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین تھے۔ ہم ان تمام قصوں کو جو نبیوں کی شان عصمت کے مخالف ہیں۔ کذب و دروغ یقین کرتے ہیں۔ خواہ ان قصوں کو مفسرین نے تفسیر قرآن کے نام سے اپنی تفاسیر میں درج کیا ہو۔ ہمارے نزدیک عصمت انبیاء کا عقیدہ ایک بنیادی عقیدہ ہے۔

جہاں تک آخرت پر ایمان کا سوال ہے ہم الیوم الآخر پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اسے ان تمام تفصیلات اور تعبیرات کے ساتھ مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بیان فرمائی ہیں۔ ان سے سرمو انحراف کو کفر و فسق یقین کرتے ہیں۔ جنت و دوزخ اور جزاء و سزا پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح ایمان رکھنے کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔

اندریں حالات ہم یہ سمجھنے سے معذور ہیں کہ "توحید، رسالت اور آخرت" کے بارے میں ہماری وہ کونسی تفصیل ہے۔ جسے مدیر "دعوت" "دائرہ اسلام سے خروج" قرار دے سکتے ہیں؟ محترم مدیر صاحب نے علماء کو اس بات میں زیر الزام قرار دیا ہے کہ انہوں نے گذشتہ ستر سال میں احمدیوں کو "گمراہی سے موڑنے" کی کوشش نہیں کی بلکہ مناظرے و مجادلے کرتے رہے ہیں۔ مگر

تعجب ہے کہ آپ نے خود بھی اس خذرہ بھی اسی روش کو اختیار فرمایا ہے۔ ورنہ بتایا جائے کہ احمدیہ عقائد کی وہ کونسی تفصیل ہے۔ جسے آپ "گمراہی" سے موسوم کر سکتے ہیں؟ یونہی اپنے خیال کے خلاف بات سن کر اُسے گمراہی سے تعبیر کر دینا تو علماء کا پرانا وطیرہ ہے جس کے خلاف آپ خود احتجاج کر رہے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ علماء نے کوئی مثبت کوشش تو نہیں کی مگر ان کے مجادلات نے اتنا فائدہ ضرور پہنچایا کہ اُمتِ مسلمہ کو اس خطرے سے پوری طرح متنبہ کر دیا گیا "یعنی عوام کو احمدیوں کی طرف اُن کے غیر مسلمہ عقائد منسوب کر کے نفرت دلادی گئی۔ اور ان کے قلیل التعداد اور ضعیف ہونے سے یہ ناجائز فائدہ حاصل کیا گیا کہ انہیں "خطرہ" قرار دے کر بہتر فرقوں کو ایک طرف کر دیا گیا۔ اور جماعت احمدیہ سب سے الگ تہترواں فرقہ قرار پا گئی۔

اہلِ فکر سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس صورتِ حال پر خدا ترسی سے غور فرمادیں کہ کیا اسے علماء کی کامیابی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ پھر کیا یہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وستفترق اُمتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ (کہ میری اُمت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ وہ سب ناری ہوں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے جو ناجی ہوگا) کے مطابق جماعت احمدیہ کو حق پر ثابت نہیں کرتی؟

محترم مدیرِ "دعوت" ہمیں خوارج قرار دیتے ہیں مگر انہوں نے اتنا غور نہیں فرمایا کہ خوارج تو پوری خلافتِ راشدہ کے قائل نہیں مگر جماعت احمدیہ تو چاروں خلفاء راشدین کو برحق خلیفہ مانتی ہے۔ ہم تو جملہ انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور سب انبیاء کی بعثت کے قائل ہیں۔ خلفاء کی خلافت کو مانتے ہیں۔ سب آئمہ، صلحاء اور اولیاء کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں خوارج قرار دینا سراسر بے انصافی ہے۔

پھر کیا ہم یہ عرض کرنے میں غلطی پر ہیں کہ سا اس سلوک اور توفیق کو دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت احمدیہ کے شاملِ حال ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمانہ میں چار دانگ عالم میں اسلام کی اشاعت کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ کس طرح انہیں قرآن مجید کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کی توفیق بخش رہا ہے۔ کیا کبھی خوارج جیسے اہلِ سنت کہلانے والوں کو بھی یہ توفیق ملی ہے؟ ہرگز نہیں۔

پس دردمندانہ التجا ہے کہ خدا کے سچ کی جماعت کو جو اسلام کی اشاعت کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے۔ خوارج کہہ کر غلط طور پر تسلی حاصل نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ؎

؎ اس تائید و نصرت کو دیکھیں جو اس جماعت کے شاملِ حال ہے۔ کبھی کڑوے درخت کو شیریں پھل نہیں لگا کرتے۔ یہ شیریں اثمار اس امر کی کھلی دلیل ہیں کہ یہ درخت شجرۂ طیبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی اسے آخری زمانہ میں قائم کیا ہے۔ اب یہ پودا بڑھے گا اور پھیلے گا اور پھلے گا۔ یہی آسمانی نوشتہ ہے۔ یہی خدائی تقدیر ہے۔ اسلئے وہ لوگ خوش بخت ہیں جنہیں اس زمانہ میں اسلام کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور جو اسلام کے پرچم کو بلند کر رہے ہیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ حضرات اس کارِ خیر میں حصہ لیں؟ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

(بشکریہ الفرقان بابت نومبر ۱۹۵۸ء)

جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم آف اڑیسہ کا ذکرِ خیر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولوی سید عبدالسلام صاحب مرحوم حضرت مولوی سید عبدالرحیم صاحب رضؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ اور جنہوں نے احمدیت جیسی نعمت کو سب سے پہلے اُڑیسہ میں پھیلایا۔ کے صاحبزادے تھے۔ مرحوم ایک عرصہ تک قادیان دارالامان تعلیم پانے کے بعد ۱۹۱۹ء میں جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلاد عربیہ و لندن کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی فاضل کا امتحان پاس اور بفضلہ تعالیٰ دونوں صاحبان اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئے۔ بعدہ کچھ عرصہ تک آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں معلم بھی رہے۔ جب آپ اپنے وطن آئے تو گورنمنٹ ہائی سکول میں بطور ہیڈ مولوی مقرر ہوئے۔ عرصہ ملازمت میں آپ نے اپنے طور پر تبلیغ کا کام بھی جاری رکھا آپ نے اپنی زندگی میں کئی مناظرے کئے۔ جہاں آپ اعلیٰ درجے کے مقرر تھے وہاں آپ اچھے مناظر بھی تھے۔ آپ جب تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو ایک عجیب ولولہ انگیز لہجہ میں تقریر کرتے کہ سامعین پر وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی۔ اسی طرح مناظرے کے میدان میں مدمقابل کو جب جواب دینے کی تاب نہ ہوتی تو وہ گالی گلوچ اور کج بحثی پر اُتر آتے۔ اور اس طرح دلائل سے اپنی تہیدستی اور عجز کا ثبوت بہم پہنچاتے تو آپ بڑی دلیری کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے جاتے۔ یوں تو آپ نے کئی مناظرے کئے جو اپنے اپنے وقت میں بڑی شان کے تھے اور جن کے نتائج بھی بعد میں شاندار رنگ میں ظاہر ہوئے۔ مگر اس جگہ میں بطور مثال آپ کے دو مناظروں کا مختصر سا ذکر کرتا ہوں جو احباب جماعت کے لئے یقیناً ازدیادِ ایمان اور دلچسپی کا باعث ہوگا:۔

ایک مناظرہ تین چار ملاؤں سے سونگھڑہ میں مولوی سید غلام رسول صاحب مرحوم پولیس سب انسپکٹر کی خواہش پر ان کے مکان میں ہوا۔ یہ صاحب اس وقت غیر احمدی تھے۔ مگر اس مناظرے کے نتیجے میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ واقعہ یوں ہوا کہ غیر احمدی ملاؤں کو مولوی غلام رسول صاحب مرحوم نے دعوت پر بلایا۔ کیونکہ بغیر دعوت کے وہ آنے والے نہ تھے۔ ادھر انہوں نے مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم کو بھی بلالیا۔ اس طرح ملاؤں کے ساتھ بحث ہونے لگی۔ حتیٰ کہ یہ بحث کئی دن تک لمبی ہوتی چلی گئی۔ اور ہر موقعہ پر غیر احمدی ملاؤں نے ہزیمت اُٹھائی۔ بالآخر جب مولوی غلام رسول صاحب نے دیکھا کہ ان کے غیر احمدی ملاں احمدیہ کے دلائل سے عاجز آ گئے تو انہیں مخاطب ہو کر کہا کہ اب آپ لوگ خوشی خوشی اپنے اپنے مکانوں کو تشریف لے جائیں کیونکہ مجھ کو احمدی مولوی نے تو دلائل و براہین کے ذریعہ اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ اب میرے لئے احمدی ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور اس طرح بھری مجلس میں اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔

آپ کا دوسرا مناظرہ پادری عبدالسبحان [illegible] کے ساتھ بالیسر میں ہوا جو عیسائیوں کے مشہور لیکچرار اور [illegible] مشنری کالج کے پروفیسر تھے۔ پادری عبدالسبحان نے بالیسر میں جہاں عیسائیوں کا مشن ہے آ کر اسلام کے خلاف آگ سی لگادی۔ مسلمانانِ بالیسر جو سب کے سب غیر احمدی تھے پادری صاحب کے جوابات کی تاب نہ لا کر آپ کے پاس آئے۔ آپ اس وقت بالیسر ضلع سکول میں ہیڈ مولوی تھے۔ آپ نے مسلمانانِ بالیسر کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر انہیں تسلی دی اور پادری صاحب کے چیلنج مناظرہ کو منظور کیا اور ساتھ ہی آپ نے مسلمانانِ بالیسر سے کہہ دیا کہ دیکھو پادری صاحب کو بحث سے پہلے یہ نہ بتانا کہ میں احمدی ہوں ورنہ وہ فرار ہو جائے گا۔ بہرحال مناظرہ طے ہو گیا۔ چنانچہ ابتداء ہی میں ابھی آپ نے اسلام کی تائید اور عیسائیت کے رد میں دو چار ہی دلائل دیئے تھے کہ بیچارے پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے حتیٰ کہ جب آپ نے پادری صاحب کو للکارتے ہوئے بڑے زوردار الفاظ میں انجیل کے حوالہ سے یسوع مسیح کا یہ قول پیش کیا کہ "میرے پیرو میں اگر رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ لوگ پہاڑ کو کہیں کہ ٹل جا تو ٹل جائے گا"۔ آپ نے پادری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ پادری صاحب پہاڑ تو دور کی بات ہے یہ لیمپ جو سامنے ٹیبل پر رکھا ہوا ہے اگر آپ کے کہنے پر ٹل جائے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ واقعی یسوع مسیح کے پیرو ہیں اور آپ میں ایمان کی کچھ بو پائی جاتی ہے۔ وہ بیچارا بہت سٹپٹایا اور گھبرا کر ایک فوٹو نکال کر دکھایا۔ اور کہنے لگا کہ کیا آپ اس جماعت میں سے ہیں؟ وہ فوٹو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سابق مبلغ امریکہ کا تھا آپ نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ الحمد للہ کہ میں اسی جماعت میں سے ہوں اور احمدی ہوں پادری صاحب نے مسلمانان بالیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ آپ کے علماء تو ان پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ آپ لوگ بیٹھے بٹھائے کسی شخص کو میرے پاس لے آئے۔ اس طرح پر اس نے ہر چند مسلمانانِ بالیسر کو احمدیت کے خلاف اشتعال دلایا۔ مگر مسلمانانِ بالیسر یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ یہ ہمارے مولوی صاحب ہیں۔ ہمارا گھر کا جھگڑا بالکل علیحدہ ہے۔ آپ اس وقت ہمارے مولوی صاحب کے سوالات کا جواب دیں۔ چنانچہ پادری صاحب کا یہ وار خالی گیا مگر دوسرے ہی دن پادری صاحب نے اس جگہ سے فرار ہی میں اپنی خیر سمجھی۔

آپ نے اپنی صحت کی حالت میں جو آخری تقریر کی۔ اور جو آج تک میرے کانوں میں گونجتی اور اس کی یاد مجھے بے تاب کر رہی ہے وہ میری تحریک پر خدام الاحمدیہ سونگھڑہ کی طرف سے آپ کی صدارت میں ایک تربیتی جلسہ میں ہوئی صدارتی تقریر تھی۔ اس موقعہ پر آپ نے نظامِ جماعت کے موضوع پر ایک درد انگیز تقریر فرمائی۔ جس میں تنظیم اور جماعتی اصلاح کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ افسوس کہ آپ کی ایسی تقریر سے ہم ہمیشہ ہمیش کے لئے محروم کر دیئے گئے۔ اور مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کو آپ اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور خاص اپنے فضل سے نوازتے ہوئے جنت النعیم کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مرحوم کو سیدنا حضرت امیر المومنین سے بے حد عشق و محبت تھی چنانچہ ایک دفعہ آپ نے مدرسہ احمدیہ قادیان میں اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے نہایت رقت آمیز لہجہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور کو پنکھا جھلنے کی سعادت حاصل کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ اور آبدیدہ ہو کر کہا یہ محض میرے مولا کا ہی فضل تھا کہ اس نے ایسا موقعہ دیا۔ ؎۲

؎۲ ورنہ عبدالسلام کہاں اور مصلح موعود کہاں! ... آپ میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ بڑے صاف گو تھے۔ حق بات کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ آپ کے دل میں کسی قسم کا بغض و کینہ نہ تھا۔ بڑے صاف گو صاف دل اور پاک باطن تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اولاد کو بھی ایسا ہی کرے۔ اور انہیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاکسار رشید محمد مولوی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

کتاب "ذکر اقبال" سے بعض مفید حوالے

(از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم-اے قادیان)

"بزم اقبال" لاہور کی درخواست پر مشہور معروف صحافی جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک سابق مدیر روزنامہ انقلاب، لاہور نے ایک مفید کتاب "ذکر اقبال" نام سے ۱۹۵۵ء میں تصنیف فرمائی جس کے بعض اقتباسات احباب کے ازدیادِ علم کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

(۱)

اقبال کے برادر اکبر کی احمدیت

علامہ ڈاکٹر اقبال کے برادرِ اکبر احمدی تھے جن کے ایک فرزند مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب کراچی کے ممتاز فرزند ہیں۔ ان کے متعلق مرقوم ہے:-

"علامہ کے برادر بزرگ شیخ عطا محمدؐ نے معمولی تعلیم پائی۔ راکھوڑوں کے خاندان میں ان کی شادی ہوئی۔ سسرال والے فوجی پنشنر تھے۔ انہوں نے کوشش کر کے شیخ عطا محمدؐ کو رسالے میں بھرتی کرا دیا۔ کچھ مدت بعد شیخ عطا محمدؐ ملازمت ترک کر کے رڑکی انجینیرنگ سکول میں داخل ہو گئے اور امتحان پاس کر کے ایم-ای-ایس میں اوورسیر ہو گئے۔ کافی روپیہ کمایا۔ علامہ کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ یورپ بھیجا۔ حضرت علامہ بھی اپنے بڑے بھائی کے بیحد مداح اور فریفتہ تھے۔ شیخ عطا محمدؐ کے دو صاحبزادے ہیں۔ اعجاز احمد اور مختار احمد۔ شیخ اعجاز احمد حکومت پاکستان میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے۔ شیخ عطا محمدؐ نے بیاسی سال کی عمر پائی۔ ۱۹۴۰ء میں انتقال کیا۔ امام صاحب (امام علی الحق رح) کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ شیخ صاحب احمدی عقائد رکھتے تھے۔" (ص ۱۰۵)

نہ صرف شیخ عطا محمد صاحب بلکہ خود علامہ اقبال کے والد صاحب بھی ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ میں شامل رہے۔ اس وقت علامہ بھی اپنے تئیں احمدی سمجھتے تھے۔ اور زمانہ طالب علمی میں سعد اللہ لدھیانوی کی ایک نظم کا جواب بھی لکھا تھا جو جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں محفوظ ہے۔ سعد اللہ نے یہ نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف برخاستہ سرائی کی تھی۔

شیخ عطا محمد پر مقدمہ

۱۹۰۳ء میں اقبال کو ایک شدید پریشانی سے سابقہ پڑا۔ ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمدؐ اس زمانے میں بلوچستان کی سرحد پر ڈویژنل آفیسر ملٹری ورکس تھے۔ بعض مخالفین نے سازش کر کے ان کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ کھڑا کر دیا جس میں عزت کے علاوہ جان کے بھی لالے پڑ گئے۔ اقبال کو اس سلسلے میں فورٹ سنڈیمن جانا پڑا۔ آخر بڑی جدوجہد اور لارڈ کرزن وائسرائے سے اقبال کی ذاتی اپیل کے بعد یہ قضیہ ختم ہوا۔ خاندان بھر نے بے حد پریشانی اٹھائی۔ زرِ کثیر صرف ہوا۔ لیکن شیخ عطا محمدؐ باعزت بری ہوئے اور ملازمت پر بھی آنچ نہ آئی۔ حالانکہ بلوچستان ایجنسی کے کار فرما شیخ صاحب کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔" (ص ۲۳)

"التجائے مسافر" کے نام سے جو نظم یورپ حصولِ تعلیم کے لئے جاتے ہوئے علامہ موصوف نے کہی تھی اس میں اپنے برادرِ اکبر شیخ عطا محمد کے متعلق کہتے ہیں:-

"وہ میرا یوسفِ ثانی وہ شمعِ محفلِ عشق
ہوئی ہے جس کی اخوت قرارِ جاں مجھکو
جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تو
ہوائے عیش میں پالا، کیا جواں مجھکو
ریاضِ دہر میں مانندِ گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھکو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے"

(ص ۴۴)

متوفیک کے معنی

سرسید کی وفات (۱۸۹۸ء) کا ذکر کر کے مرقوم ہے کہ:-

"قیام لاہور کے زمانہ میں ایک دفعہ اقبال تعطیلات کی وجہ سے سیالکوٹ گئے تھے کہ سرسید احمد خاں کے انتقال کی خبر آئی۔ مولانا میر حسن سے سرسید کے تعلقات بہت گہرے تھے انہیں بے حد صدمہ ہوا۔ وہ کالج جا رہے تھے راستے میں اقبال مل گئے۔ آپ نے فرمایا سرسید فوت ہو گئے ہیں ذرا تاریخ وفات کی فکر کرنا۔ اقبال ایک شناسا کی دکان پر بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر فکر کرنے کے بعد سید زکی شاہ سے کہنے لگے۔ تاریخ وفات ہو گئی ہے جاؤ ابھی شاہ صاحب کو سنا دو۔ تاریخ تھی:- انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک ذکی شاہ نے یہ تاریخ شاہ صاحب (مولانا میر حسن) کو جا کر سنائی تو انہوں نے فرمایا۔ بہت خوب ہے میں نے بھی ایک تاریخ نکالی ہے "غفر لہ"

"مولانا حالی نے جب سرسید کی سوانح عمری "حیات جاوید" لکھی تو اس میں ان دونوں تاریخوں کا ذکر تھا۔ لیکن نام کسی کا بھی درج نہ تھا۔ مولانا میر حسن نے خود خواجہ حالی کو خط لکھا کہ بہت افسوس کی بات ہے۔ ان تاریخوں پر آپ نے کسی کا نام نہ لکھا۔ یہ معلوم تاریخیں شاگرد اور استاد کی ہیں۔ خواجہ حالی نے معذرت کا خط لکھا اور کہا کہ مجھے ناموں کا علم نہ تھا اب انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں نام درج کر دونگا۔"

(ص ۶۹ و ۲۷۷ و ۲۷۸)

یہ ظاہر ہے کہ "متوفیک" کے معنی وفات دینے والا ہوں تبھی یہ علامہ کی تاریخ درست قرار پاتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء نے ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو مخالفت کی اور اس آیت میں وفات دینے کے معنی قبول نہیں کئے لیکن بعد ازاں علامہ کے استاد مولانا میر حسن صاحب اور مولانا حالی صاحب نے بھی قبول کرلئے اور "حیاتِ جاوید" میں اندراج پانے پر کسی عالم نے مخالفت نہیں کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ اقبال ۱۸۹۸ء میں ہی وفاتِ عیسیٰؑ کے متعلق جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے ہمنوا تھے۔ میر حسن صاحب کا عقیدہ ذیل کے اقتباس سے عیاں ہے مولانا سالک لکھتے ہیں کہ:-

"شاہ صاحب کے چچیرے بھائی حکیم حسام الدین ان سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے اور بڑے سخت مزاج اور درشت طبیعت تھے۔ یہ احمدی ہو گئے تھے۔ یہ حسام الدین، مرزا صاحب کی ایک دو کتابیں لے کر شاہ صاحب کے پاس گئے اور کچھ عبارتیں دکھا کر غصے میں بولے۔ کیوں عیسیٰ مسیحؑ فوت ہو گیا یا نہیں؟ شاہ صاحب نے کہا فوت ہو گیا ہو گا۔ میر حسام الدین کہنے لگے "پھر آئے گا؟" شاہ صاحب نے کہا "کیا میر فیض اللہ مر کر واپس آ گئے ہیں؟"

(ص ۲۸۴)

یہ عبارت ایسے مصنف کی ہے کہ جو ہمارا عقیدہ میں ہمنوا نہیں گو وہ کے الفاظ محتاط ہیں پھر بھی حقیقت بے نقاب ہے۔ گو اس پر "بڑے سخت مزاج اور درشت طبیعت" کے الفاظ کا پردہ پڑا ہے۔

(۳)

مولوی نور الدین صاحبؓ سے استفتار

ایک جگہ علامہ اقبال کا نکاح ہوا تھا کہ کسی نے اس کی پاکدامنی کے متعلق وسوسہ اندازی کی۔ آخر اس امر کا انکشاف ہوا۔ اس کے ذکر میں مولانا سالک لکھتے ہیں:-

"آخر علامہ اس بیگم کو لانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہیں شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے اس لئے مبادا شرعاً طلاق ہی ہو چکی ہو۔ انہوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی حکیم نور الدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن اگر آپ کے دل میں کوئی شبہ اور وسوسہ ہو تو دوبارہ نکاح کر لیجئے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب کو طلب کر کے علامہ کا نکاح اس خاتون سے دوبارہ پڑھوایا گیا۔ اور علامہ اس کو ساتھ لے کر سیالکوٹ چلے گئے ...... یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔" (ص ۷۰)

قادیان لاہور سے ستر میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ بارہ میل یکہ پر کچی سڑک پر تکلیف دہ ہچکولے کھانے پڑتے (ریل گاڑی اسکے پندرہ سال بعد جاری ہوئی) علامہ خود لاہور میں موجود تھے۔ جہاں علماء و فضلاء کی کمی نہ تھی۔ یا اگر فتویٰ حاصل ہی کرنا تھا تو دہلی، دیوبند، سہارنپور، گولڑہ وغیرہ کسی اور طرف رجوع نہ کیا گیا۔ آخر مرزا جلال الدین صاحب بیرسٹر کو اتنی تکلیف کیوں دی گئی اس کا جواب نہایت آسان ہے کہ علامہ اقبال کم از کم ۱۹۱۳ء تک احمدیت کے مداح ضرور تھے۔ ورنہ یہ صورت اختیار نہ کرتے۔ بعد ازاں علامہ موصوف نے اپنے بڑے بیٹے کو تعلیم و تربیت کی خاطر قادیان بھجوایا۔ معلوم ہوا کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کے باعث عقائد سے اختلاف کے سوا کچھ اور تھے۔

(۴)

حضرت امام جماعت احمدیہ کی صدارت کی مخالفت

قارئین پر یہ واضح رہے کہ کشمیر میں مہاراجہ کے عہد میں مظالم ہوتے تھے۔ چنانچہ ان ایام میں ہمارے وزیر اعظم پنڈت نہرو کو بھی کشمیر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اب حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ اور حکومت ہند کی زیر نگرانی ایک آئینی حکومت قائم ہو چکی ہے۔

۱۹۳۰ء کے قریب کی بات ہے کہ مہاراجہ کے عہد میں اسکی رعایا میں اسکے خلاف بے پناہ جذبہ پیدا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سالک لکھتے ہیں کہ:-

"مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی صدارت میں ایک کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ آئینی ذرائع سے مسلمانانِ کشمیر کو ان کے حقوق دلوائے

بلہ روایت سید زکی شاہ

چہ اقبال نامہ مختار اللہ مصطفیٰ ص ۱۰۵

یہ میر حسام الدین کے دادا

جائیں..... کشمیر کمیٹی اب تک کسی دستور کی تدوین کے بغیر ہی کام کر رہی تھی۔ اور صدر (یعنی مرزا صاحب) کو غیر محدود اختیارات دیئے گئے تھے۔ لیکن جب تحریک کشمیر نے طول کھینچا تو خیال پیدا ہؤا کہ کشمیر کمیٹی کا ایک باضابطہ دستور تیار کیا جائے۔ اس پر احمدیوں نے مخالفت کی۔ کیونکہ وہ اس ترتیب دستور کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس سے ہم کو اور ہمارے امام کو بے دخل کرنا مقصود ہے۔ اختلاف پیدا ہؤا۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے صدارت سے استعفار دے دیا۔ اور علامہ اقبال ان کی جگہ عارضی طور پر منتخب ہوئے۔ لیکن مرزا صاحب کے علیحدہ ہو جانے سے ان کے احباب و مریدین نے جو کمیٹی کے اصلی کارکن تھے۔ کشمیر کمیٹی کے کام میں دلچسپی لینا ترک کر دیا اور بیان اور کوئی کارکن تھے ہی نہیں۔ لہذا علامہ نے بھی کمیٹی کی صدارت سے استعفار دے دیا۔ اور کمیٹی ہی کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔"

(ص ۱۷۳، ۱۷۴)

"(علامہ اقبال کو) دفعتاً معلوم ہؤا کہ اس کی پیروی چوہدری ظفر اللہ خاں کریں گے چونکہ اس وقت تک علامہ کو کشمیر کمیٹی کے سلسلے میں احمدیوں سے سوءظن پیدا ہو چکا تھا اسلئے لکھتے ہیں:-

"چوہدری ظفر اللہ خاں کیونکر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔"

(مکاتیب اقبال اوّل۔ ۳۵۰)

"حالانکہ ..... کارکنانِ کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ خفیہ نہیں بلکہ علانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط کا کوئی تعلق تقائدِ احمدیت سے نہ تھا۔ بلکہ ان کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریکِ کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے۔ اور کارکنانِ کشمیر طبعاً ان کے ممنون تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں بھی یقیناً مرزا صاحب ہی کے اشارے سے مقدمے کی پیروی کے لئے گئے ہوں گے۔" (ص ۱۸۸)

گویا ظاہر یہ کیا گیا ہے امام جماعت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کو اختیارات محدود ہونے اور بے دخل کئے جانے کا شبہ پیدا ہؤا۔ لیکن حقیقت خود عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ اگر بے دخل کرنا مقصود تھا تو استعفار حضرت امام جماعت کا قبول کرنے کی بجائے ان کو اطمینان دلایا جا سکتا تھا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام ہی اس تحریک کی روح رواں ہیں۔ ان کو خدمت سے محروم کر دینا خواہ تحریک ہی ختم [illegible] ہو ظاہر کرتا ہے کہ علامہ اقبال [illegible] "سوءظن" پیدا ہو گیا تھا کہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی احمدی بیرسٹر اسیران کی مفت ہی پیروی کرے۔ گویا جماعت و امام کو بدظنی نہ تھی بلکہ بدظنی دوسری طرف تھی اور وہ انتہار تک پہنچ چکی تھی اور اس کی ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ ابتدا میں علامہ اقبال بھی حضرت امام جماعت کے صدر بنائے جانے کے حق میں تھے۔ جب یہ تحریک پروان چڑھنے لگی تو لازماً اس کی کامیابی کا اعزاز کارکنان کو جو کہ جماعت احمدیہ اور ان کے امام تھے۔ پہنچنے لگا جو کہ دوسروں کو ایک آنکھ نہ بھایا گویا ان کے آگے آنا پسند تھا۔ خواہ اس کے نتیجہ میں تحریک ہو جائے۔

حضرت امام جماعت کسی اعزاز کے خواہاں نہ تھے اور یہ حقائق کے خلاف ہے کہ آپ نے استعفار اس وجہ سے دیا کہ آپ کو ترتیب دستور سے یہ شبہ ہؤا کہ آپ کو بے دخل کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ آپ اور جماعت انتہائی قربانی مال اور وقت کی کر کے یہ خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ استعفار کے بعد آپ نے یہ عہد کیا کہ ایسے کاموں میں پڑنے سے مذہبی ذمہ داریوں کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے میں آئندہ ان سے کنارہ کش رہوں گا۔ یہ اعلان ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اور آپ کی طرف سطور بالا میں غلط خیال منسوب کیا گیا ہے۔ اس "سوءظن" کو جو علامہ کے دل میں سما چکا تھا مدنظر رکھتے ہوئے ذیل کے اقتباس کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

"۱۹۳۵ء میں مولانا ظفر علی خاں اور مجلس احرار نے احمدیت اور احمدیوں کے خلاف ایک عام تحریک کا آغاز کیا۔ صوبے کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے عالی شان جلسے منعقد ہوئے جلوس نکالے گئے۔ اخباروں نے بالخصوص "زمیندار" نے اپنے صفحوں کے صفحے احمدیت کی مخالفت میں سیاہ کر دیئے۔ عامۃ المسلمین کا قول یہ تھا کہ حضور سرور کائنات صلعم کے بعد مدعی نبوت کافر مطلق ہے۔ اور جو لوگ حضور صلعم کے بعد کسی کو نبی مانتے ہیں وہ گویا رسالت محمدیہ صلعم کے منکر ہیں۔ لہذا ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں کی فہرست رائے دہندگان سے حذف کر دیا جائے اور ان کو ہندوؤں، اچھوتوں اور عیسائیوں کی طرح ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔

"خدا جانے علامہ اقبال نے کس عقیدتمند کی درخواست پر ایک مضمون لکھ دیا جس میں بتایا کہ اس فرقے کی بنیاد ہی غلطی پر ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور علمی نکات بیان کئے۔ اور آخر میں حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ اس فرقے کو ایک علیحدہ جماعت تسلیم کرے۔ "سن رائز" اور "لائٹ" انگریزی کے دو ہفتہ وار پرچے احمدیوں کے زیر ادارت نکلتے تھے۔ انہوں نے کچھ لکھا تو علامہ نے ان کا بھی جواب دیا "ٹیٹسمین" (۱۰ رجون ۳۵ء) میں اس مسئلے کے متعلق ایک مفصل جوابی مضمون لکھا۔" (ص ۲۱۰)

پنڈت نہرو نے "ماڈرن ریویو" (کلکتہ) میں تین مضامین "مسلمان اور احمدیت" کے موضوع پر علامہ اقبال کے جواب میں لکھے سالک صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:-

"علامہ نے بعض ایسے نکات پیش کئے ہیں جن کا جواب آج تک کسی سے نہیں ہو سکا۔" (ص ۲۱۱)

تعجب کہ تحریک ختم نبوت کے تعلق میں یہ لاجواب نکات تحقیقاتی کمیشن میں ۱۹۵۴ء کے سامنے کیوں نہ پیش کئے گئے اس کمیشن نے اپنی کئی سو صفحات کی رپورٹ میں (جس کا اردو ترجمہ مولانا سالک ہی نے کیا ہے) جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے کر علیحدہ کرنے اور دیگر متعلقہ نکات کی وہ مٹی پلید کی ہے کہ جو ان مؤیدین تحریک کی چھاتیوں پر سانپ کی طرح لوٹ رہی ہے اور اس خیال کو انہوں نے نہایت تباہ کن قرار دیا ہے۔

البتہ علامہ اقبال کا اپنے ادا [illegible] بیان لکھا جانا واقعی بے نظیر اور لاجواب ہے۔

اس کے [illegible] دنیت میں اپنی دور [illegible] [illegible] ہیں تو [illegible] مقرر کرتے [illegible] ان میں [illegible] ایک [illegible] احمدی ہی تھے یعنی اپنے برادر زادہ شیخ اعجاز احمد صاحب [illegible] ذکر اقبال میں [illegible] علاوہ ازیں آپ عقائد احمدیت سے پوری طرح واقف تھے۔ تبھی آپ نے حضرت مسیح موعود کی موافقت [illegible] اللہ لہ صدا نوی [illegible] عارفانہ نظم لکھی

. . . .

کے والد بھی پہلے احمدی [illegible] اور آپ کے پرورش کرنے والے برادر اکبر آخر تک احمدی رہے۔ ان حالات میں آپ نے "اسلام کا نظریہ عمران" پرنسپل تقریبا میں لیکچر دیا جس میں آپ نے کہا:

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ پہلو جس کا سایہ عالمگیر کی ذات والا نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی صورت کا نمونہ ہے ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان اسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی (جماعت احمدیہ) کہتے ہیں۔"

اب قارئین ہی سمجھ میں آیا علامہ موصوف کے کوئی نکات احمدیت کے خلاف لاجواب ہو سکتے جن کی رو سے وہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دلانے پر تلے ہوئے تھے یا [illegible] اپنے خیالات کا اظہار اپنے خلاف لاجواب قرار پاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی بہت دلچسپ ہے کہ جس جماعت کو علامہ اقبال صاحب نے ملتِ اسلامیہ سے خارج قرار دینے پر زور دیا۔ خود اشاعت اسلام کے پہلو سے اس کی جملہ مساعی تو ایک عالمگیر صورت اختیار کر چکی ہیں۔ اور روز بروز اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے مگر جن پراگندہ بھیڑوں کو آپ حقیقی مسلمان قرار دیتے رہے وہ اس سعادت سے یکسر محروم رہے۔ قارئین کرام خود ہی دیکھ سکتے ہیں کہ آج روئے زمین کے دیگر [illegible] حصوں میں کس جماعت کے سرفروش مبلغین بالخصوص قرآن کریم [illegible] زبانوں میں تراجم لئے ہوئے جہاد کبیر میں مصروف ہیں جس کی آج دنیا کو اصل ضرورت تھی۔ آج علامہ صاحب کے خواب کہاں ہیں جن پر انکے خیالات کی عمارت استوار ہوئی رہی۔ بہرحال ایک طرف ٹھوس عملی نمونہ ہے تو دوسری طرف خیالات کا پلندہ!!

فاتق المفتریقین احق بالامن!!

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

کتاب جوئیں پھل کے متعلق

سنت اندر سنگھ صاحب چکرورتی۔ پنجابی دکھاگ، پٹیالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"آپ جی کا پنجابی پستک پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ موجودہ زمانہ میں ایسی تاریخ کی بہت ضرورت ہے۔ جو آپس میں اتفاق۔ اتحاد۔ اور میل ملاپ کا سبق دے سکے اس بارہ میں آپ کی یہ کوشش بہت ہی کامیاب ہے۔ جس کی میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔"

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

درخواستہائے دعا

(۱) مکرم بودھ راج صاحب شرما اعلیٰ [illegible] دھرمی دیوٹ کی والدہ سخت بیمار ہیں۔ وہ ان کی صحت یابی کے لئے درویشان کرام اور احباب جماعت سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

۲- مکرم میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے جب سے تبدیل ہو کر کلکتہ آئے ہیں۔ ان کی صحت ٹھیک نہیں۔ احباب جماعت موصوف کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمادیں۔

ناظر اعلیٰ قادیان

مالابار ایسوسی ایشن کی طرف سے
جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ کے اعزاز میں ٹی پارٹی

قادیان ۱۴ ارنومبر۔ بعد نماز عشاء مالابار ایسوسی ایشن ہال میں اسلام کے برطانوی مبلغ جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی گئی۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے علاوہ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے۔ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے۔ مکرم محمود احمد صاحب عارف۔ محترم ڈاکٹر عطاء الدین صاحب۔ مکرم چوہدری عبدالحق صاحب بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔

جملہ احباب کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں استقبالیہ تقریب کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد ایسوسی ایشن کے صدر محمد عمر صاحب مالاباری نے ایسوسی ایشن کا تعارف کراتے ہوئے اس کی غرض و غایت اور ان کی کارگذاری کے متعلق انگریزی زبان میں مختصر تقریر کی۔ اور ایسوسی ایشن کے سیکرٹری زین العابدین نے انگریزی زبان میں جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔

ایڈریس ایڈریس میں اپنے معزز برطانوی بھائی کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کے ساتھ آپ کی ان خدمات کا مختصراً ذکر کیا گیا۔ جو انہیں مختلف ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ایڈریس کا جواب ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے جناب آرچرڈ صاحب نے انگریزی میں ایک نہایت پُر مغز اور نصیحت آمیز تقریر فرمائی۔ جس کا ترجمہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے نے سنایا۔ جناب آرچرڈ صاحب نے فرمایا۔ بطور مبلغ کام کرتے وقت میدان تبلیغ میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر مبلغ کو اسی اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح آپ نے بتایا کہ مبلغ کے لئے ایک اور ضروری امر یہ بھی ہے۔ کہ اُس میں صبر اور برداشت پائی جائے اور ہر پہلو سے اچھے اخلاق کا نمونہ دکھانا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ حضرت عائشہ رضی نے فرمایا کہ آپ قرآنی اخلاق کے مجسم نمونہ تھے۔ آخر میں آپ نے ایسوسی ایشن کا شکریہ ادا کیا۔

صدارتی تقریر

بعدہٗ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا۔ کہ کسی کام کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ نیک نیتی اور اُس کے لئے اخلاص ہے۔ اگرچہ ایسوسی ایشن کی غرض و غایت بہت اچھی ہے۔ لیکن اس کو حاصل کرنے کے لئے بڑے استقلال کی ضرورت ہے۔ آپ نے آیت کریمہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ کی لطیف تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں اپنی شان ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خدا کی شان جلالی رنگ کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صرف تیئس سال کے عرصہ میں آپ کو عظیم الشان غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی ایک وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا غیر معمولی استقلال تھا۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اسلام کے اس طرح تیزی سے پھیلنے کے نتیجہ میں مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ گویا اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اس اعتراض کا عملی جواب دینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ کی مقدس جماعت اس وقت جس طرح سے بغیر دنیوی طاقت کے دنیا میں پھیلتی جا رہی ہے۔ وہ اس اعتراض کا عملی جواب ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں صبر و استقلال نہایت ضروری ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ ہی اپنا مشعل راہ بنایا جائے کہ ؎

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

محترم صدر جلسہ کی تقریر کے بعد محمد عمر صاحب نے جملہ احباب کا شکریہ ادا کیا۔ اور یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

تصحیح

اخبار بدر مورخہ ۲۴ میں مکرم عبدالرزاق صاحب گنڈہ مُہی ۱۳۱۹۷ کی وصیت کا اعلان شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ کے پتہ کیلئے محلہ کا نام غلط شائع ہو گیا ہے محلہ کا درست نام "جبار برستان" ہے نیز مرزا امیر بیگ صاحب کا پتہ بدایوں کی بجائے ٹرامپتو ہے احباب تصحیح فرمالیں

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

چندہ تحریک جدید اور خدام الاحمدیہ

قبل ازیں دفتر ہذا کی طرف سے بذریعہ اخبار بدر۔ جملہ مجالس خدام الاحمدیہ کو سال گذشتہ میں چندہ تحریک جدید کی سو فی صدی وصولی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بذریعہ خطوط جملہ قائدین اور مبلغین کو وصولی چندہ کے لئے فہرست بقایا داران بھجواتے ہوئے مؤثر کارروائی کے لئے لکھا گیا تھا۔ بعض افراد جماعت کو ذاتی طور پر بھی ہم نے توجہ دلائی تھی۔ کئی احباب نے فوری توجہ فرمائی اور اپنے بقایا جات ادا کئے۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ لیکن نتیجہ تسلی بخش ظاہر نہیں ہوا۔ باوجود بعض مجالس اور مبلغین نے اپنے کام کی رپورٹ دفتر ہذا میں ارسال نہیں فرمائی۔ اس لئے دوبارہ بذریعہ اعلان ہذا درخواست کی جاتی ہے کہ تحریک جدید کے سال گذشتہ کے چندہ کی جس قدر وصولی ہوئی ہے جملہ مجالس اس سلسلہ میں اپنی مساعی کی رپورٹ دفتر ہذا میں ارسال فرمادیں۔

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تحریک جدید کے نئے مالی سال کا اجراء فرما چکے ہیں۔ اسلئے جملہ مجالس خدام الاحمدیہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جہاں سال گذشتہ کی سو فیصدی وصولی کے لئے کوشش کریں وہاں نئے سال کے وعدہ جات اور وصولی کی طرف ابھی سے توجہ فرماکر اپنی اپنی گذاری کی رپورٹیں دفتر ہذا میں ارسال فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ جن مجالس کی طرف سے سو فی صدی وصولی سال گذشتہ کی رپورٹ دفتر ہذا میں موصول ہوگی ان کے نام حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض دعا پیش کئے جاویں۔

مرزا وسیم احمد نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

بقایا چندہ جلسہ سالانہ
احباب جماعت و عہدیداران کی خاص توجہ کے لئے

احباب کو چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی اصولاً جلسہ سالانہ سے قبل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ کے مہنگائی اخراجات کے بار کی متحمل صدر انجمن احمدیہ نہیں ہوسکتی۔ لیکن باوجود اس کے کہ جلسہ سالانہ کو گذرے ہوئے ایک ماہ سے زائد ہوچکا ہے۔ کئی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کے ذمہ ابھی کافی بقایا ہے۔

اس لئے عہدیداران کو چاہیئے کہ وہ اپنے بجٹ کا جائزہ لیں۔ اور جن احباب کے ذمہ چندہ جلسہ سالانہ تا حال واجب الادا ہے۔ ان سے جلد از جلد وصولی فرماکر مرکز میں بھجوانے کی کوشش کی جائے۔ کہ آخر دسمبر تک کوئی ایسی جماعت اور کوئی ایسا فرد باقی نہ رہے جس نے چندہ جلسہ سالانہ کی سو فی صدی ادائیگی نہ کردی ہو۔

امید ہے احباب اور عہدیداران جلد از جلد بقایا جلسہ سالانہ ادا کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل فرمائیں گے۔　　　ناظر بیت المال قادیان

"یوم تبلیغ" اور مجالس خدام الاحمدیہ ہند

تبلیغی ضروریات اور اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ جملہ مجالس خدام الاحمدیہ ہند ہر ماہ باقاعدہ طور پر "یوم تبلیغ" منایا کریں۔ اس غرض کے لئے مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز اتوار یوم تبلیغ مقرر کیا جاتا ہے۔ جملہ مجالس اس پروگرام کے مطابق اپنی اپنی جگہ یوم تبلیغ مناکر رپورٹ دفتر ہذا میں ارسال کریں۔　　　نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

نہایت ضروری اعلان

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے۔ نظارت ہذا میں ایک شعبہ رشتہ ناطہ قائم ہے۔ اور اس میں جماعت کے قابل شادی افراد کے کوائف محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ نیز انکے کوائف محفوظ رکھے جاتے ہیں نیز ان کوائف کی مدد سے موزوں رشتوں کے باہم تعلقات اور تکمیل میں راہنمائی کی جاتی ہے۔ اس طرح خدا کے فضل و کرم سے بہت سے رشتے طے ہوچکے ہیں۔ جملہ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کے قابل شادی افراد کا جائزہ لے کر ان کے والدین کی رضامندی کے ساتھ ان کے کوائف ارسال فرمادیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں رشتوں کے طے کرنے میں احباب جماعت کی رہنمائی کی جاسکے۔

نوٹ:۔ اس غرض کے لئے نظارت ہذا سے ضروری فارم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ناظر امور عامہ قادیان

خبریں

ماسکو ۔ ۱۷ نومبر ۔ روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے اطلاع دی ہے کہ روس نے قزاقستان میں مغربی ... کا کام شروع کر دیا ہے یہ ... ہوگا۔ اور اس میں روس سے چین تک ... سے مال و سامان بھیجا جاسکے گا ... کی تیاری کے سلسلہ میں روسی حکام نے دو ہزار مکانات مسمار کر دیئے ہیں۔

مدراس ۔ ۱۵ نومبر ۔ کل مدراس اسمبلی میں وزیر داخلہ ... بھکت وتسلم نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت مدراس ایک نیا قانون تیار کر رہی ہے جس کے بموجب کارآمد گائے اور دیگر کارآمد مویشیوں کا ذبیحہ ممنوع قرار دیا جائے گا۔ کسی گائے یا دوسرے بڑے جانور کو صرف ایسی صورت میں ذبح کیا جاسکے گا جبکہ کوئی افسر یہ سرٹیفکیٹ دے دے کہ یہ جانور کسی کام کا نہیں ہے۔ اور ذبیحہ ... ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں وزیر ... نے کہا کہ ہم ذبیحہ گاؤ کو قطعی ممنوع نہیں کرنا چاہتے البتہ ان گایوں اور دوسرے بڑے جانوروں ... کارآمد ہوں ذبح نہیں ہونے دینا چاہتے۔

امرتسر ۔ ۱۸ نومبر ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ... کے نئے قواعد نافذ ہونے سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مسافروں کی آمد و رفت اوسطاً دو ہزار یومیہ سے گھٹ کر تقریباً دو سو رہ گئی ہے۔ غیر سرکاری طور پر ایک سو ہندوستانی روپیہ کے مقابلہ میں ایک سو ... پاکستانی روپیہ کی قیمت ... روپے رہ گئی ہے۔

جنڈیالہ ۔ ۱۷ نومبر ۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں نے یہاں پر کہا کہ دوسرے پلان کے دوران میں پنجاب میں میٹرک تک کی تعلیم مفت کر دی جائے گی۔ وہ موضع ... کے ایک جلسہ میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ دوسرے پلان کے بعد ہندوستان کا نقشہ بالکل بدل جائے گا۔

واشنگٹن ۔ ۱۷ نومبر ۔ امریکی فضائیہ نے اعلان کیا کہ ایک امریکی طیارہ جو پائلٹ کے بغیر ریڈیو کنٹرول سے پرواز کر رہا تھا۔ ایک ہائیڈروجن بم پانچ ہزار میل تک لے گیا۔ یہ پہلی بین البری پرواز ہے۔

واشنگٹن ۱۷ نومبر ۔ امریکی فضائیہ کے ۱۶ افسران ایک نیا ایٹم بم تیار کر رہے ہیں۔ جو کرۂ ہوائی میں دھماکے ... ساتھ پھٹ کر روسی بین البری بانگ میزائلوں کو تباہ کر سکے گا۔

ماسکو ۔ ۱۶ نومبر ۔ ایک روسی سائنسدان پروفیسر اناطولی بلاگونوروف نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ جانوروں کو خلا سے واپس لانے کا مسئلہ ابھی تک پوری طرح حل نہیں ہو سکا ہے۔ اسی لئے لائیکا کو بھی زمین پر لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔

بھٹنڈہ ۔ ۱۷ نومبر ۔ اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے روز گذشتہ ہندی بچاؤ تحریک کے علمبرداروں سے اپیل کی کہ وہ اپنی تحریک کے سلسلہ کو اب ختم کر دیں۔ اور ریاست میں امن وامان قائم ہونے دیں۔ آل انڈیا اکالی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ماسٹر تارا سنگھ نے کہا کہ اگر ملاقاتی فارمولے کی کسی جزو کو بھی نظر انداز کیا گیا۔ تو پورا مسئلہ الجھ کر رہ جائے گا۔ جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے اس پر تجربتہً عمل بھی کرنا چاہیئے۔ اگر مباحث کا دروازہ کھولا جائے گا۔ تو نئی باتیں سامنے آجائیں گی۔ لیکن کوئی بات طے نہ ہونے پائے گی۔ اور نتیجہ ایک بڑی ناکامی کی صورت میں سامنے آئے گا۔ جس کے بعد تنازعات اور بھی زیادہ شدید ہو جائیں گے۔

ماسکو ۱۷ نومبر ۔ ایک روسی سائنسدان نے روز گذشتہ بتایا کہ حکومت روس بیس ہزار پروفیسروں اور طلباء کے لئے "سائنسدانوں کا ایک شہر" وسطی سائبیریا میں جہاں نیوکلیر تجربات سے متعلق ایک بڑا ادارہ بھی قائم کیا جائے گا۔ روسی اکاڈیمی آف سائنس کے نائب صدر نے روز گذشتہ ریڈیو ... بتایا کہ یہ شہر دو ہزار پانچ سو ایکڑ رقبہ زمین گھیرے گا۔ اور اس میں ایک ... دو ہزار تک سائنسدانوں پر مشتمل ایک قافلہ آئندہ سال جائے گا۔

پٹھانکوٹ کے علمی ادبی مشاعرہ میں احمدی احباب کی شمولیت

پٹھانکوٹ ۱۴ نومبر ۔ آج شب کو پنڈت جواہر لال صاحب نہرو کے جنم دن کی خوشی میں یوتھ کانگرس پٹھانکوٹ کے زیر اہتمام مشاعرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں شمولیت کے لئے دور دراز سے بڑے بڑے نامور شعراء تشریف لائے ہوئے تھے۔ قادیان سے مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت۔ مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بھی اس مشاعرہ میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور مشاعرہ میں اپنی نظمیں پڑھیں۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ بہت سے اہل علم حضرات سے تبادلہ خیالات ہوا۔ جس کا احباب پر بہت اچھا اثر پڑا۔ مکرم حکیم صاحب کی نظموں کو حاضرین نے خاص طور پر پسند کیا۔

جناب ہنسراج سنگھ صاحب تحصیلدار بٹالہ کی قادیان میں آمد

قادیان ۱۷ نومبر ۔ جناب ہنسراج سنگھ صاحب تحصیلدار مع عملہ محکمہ مال لیل کلاں کے رستہ کی تیاری کے لئے رستہ دیکھنے کے واسطے قادیان تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری جناب ریونیو منسٹر صاحب پنجاب گورنمنٹ و جناب کمشنر صاحب جالندھر ڈویژن کے سابقہ فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے تھی۔ آپ لیل کلاں اور قریب کے دوسرے دیہات میں گھوڑوں پر سوار ہو کر گشت لگاتے اور با اثر دیہاتیوں سے ملتے رہے۔

واپسی پر آپ نے ہماری دعوت چائے قبول فرمائی اور مہمان خانہ میں جناب مولوی برکات احمد صاحب ناظر امور عامہ۔ جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے کے ساتھ ایک گھنٹہ کے قریب مختلف امور پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس موقعہ پر جب جناب تحصیلدار صاحب کی خدمت میں کتاب "چو نویں پھل" (پنجابی) پیش کی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ہمارے صوبے کے پرانے لوگوں میں تو اکثر اردو کا رواج ہے اور ہمیں اردو لٹریچر پڑھنے میں ہی لطف آتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کتاب کو اردو میں بھی شائع کیا جائے۔ چنانچہ انہیں بتایا گیا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ جو عنقریب شائع کیا جائے گا۔